باسمہٖ سبحانہٗ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۸۲۱

فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

الحافظ

شیعہ مدرسۃ الحفاظ لاہور کا ماہوار علمی رسالہ

زیر حمایت

سرکار حجۃ الاسلام علامہ حائری مجتہد پنجاب

مدظلہم العالی

مدیر

حکیم شیخ بہادر حسین

نے دفتر الحافظ موچی دروازہ لاہور سے شائع کیا۔

مذہب حقہ شیعہ کے لئے چند قابل قدر اور مفید کتابیں

حقیقت مذہب حنفیہ بجواب حقیقت مذہب شیعہ

مؤلفہ حاجی ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر جھنگ سیالوی
سابق حنفی سُنی حال ہی میں مُلا نظام الدین ملتانی ثم وزیرآبادی نے ایک رسالہ حقیقت مذہب شیعہ شائع کیا۔ اس میں سراسر جھوٹ۔ کذب۔ بہتان کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ چونکہ اس رسالہ سے مسلمانوں میں مذہب شیعہ کی نسبت نفرت وحقارت پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے جناب صابر صاحب نے اس کا دندان شکن جواب لکھا اور مخالف کے رگ وریشہ کو کاٹ دیا کہ قیامت تک سر اٹھانیکی مُلاں صاحب کو طاقت نہ رہے گی۔ اس میں مذہب حنفی سُنی اہلحدیث کی حقیقت اور اصلی فوٹو دکھایا گیا ہے۔ اور فقہ حنفیہ کے مسائل کے اسرار کو طشت ازبام کیا گیا ہے اور حقانیت مذہب شیعہ کو قرآن شریف و دیگر کتب معتبرہ اہلسنت سے روز روشن کی طرح روشن کیا گیا ہے۔ مذہب شیعہ اور مذہب حنفی کا اسطرح مقابلہ کیا گیا ہے کہ ہر ایک محقق و مبصر اور منصف مزاج مسلمان عش عش کر اُٹھے گا۔ اور حنفی شخصی تقلیدی زنجیروں کو توڑ کر فوراً کشتئ نوح آل سیدنا محمد صلعم پر سوار ہو جائے گا۔ اور متمسک الثقلین ہو کر صراط مستقیم حاصل کریگا۔ کتاب قابل دید ہے۔ **قیمت ۸ ؍**

انوار القرآن کی مؤلفہ حاجی ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر۔ اس رسالہ میں روئیداد مباحثہ جھنگ شیعوں کا ایمان فضائل قرآن عقائد علمائے کرام شیعہ فیصلہ قرآنی۔ جواب اعتراضات انجمن صدیقی سُنی مذہب اور شان قرآن اعتراضات مُلا ملتانی مصحف علیؑ کے جوابا کتاب سنت واقوال آئمہ معصومینؑ ثبت درج گیا ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ موجودہ قرآن شریف مذہب شیعہ منزل من اللہ غیر محرف اور قابل سند اور واجب العمل ہے۔ اور سُنیوں کے ایمان بالقرآن پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ ان کا ایمان موجودہ قرآن پر نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ رسالہ مومنین کیلئے ضیاء چشم حرز جان اور مخالفین کیلئے رہبر کامل قیمت فی جلد ۱۰؍

فلسفۃ الاسلام کی مصنفہ اعلیحضرت رئیس الشیعہ مدار الشریعۃ حجۃ الاسلام نائب امام صدر المفسرین جناب علامہ السید علی الحائری صاحب مجتہد العصر والزمان مدظلہ العالی جسمیں نبوت و رسالت اور اسلام کی جملہ مسائل متعلقہ کا مکمل فلسفہ اور اس کے ہر مسئلہ کی گوناگوں خوبیوں کو ایسا مدلل بیان کیا گیا ہے کہ ہر سلیم العقل ایکمرتبہ ملاحظہ کرنیکے بعد اسلام تسلیم کئے بغیر چین نہیں لے سکتا جو ہماری ناچیز کوششوں سے حسن اہتمام تک پہنچا ہے محققین اور علمدوست طبقہ سے امید کامل ہے کہ اس جوہر بے بہا کی خریداری میں تاخیر نہ فرماوینگے تقطیع $\frac{22\times18}{8}$ کے ۱۸۰ صفحات سفید اعلےٰ کاغذ پر یہ کتاب طبع ہوئی ہے لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے باوجود ان تمام محاسن او خوبیوں کے قیمت بہت کم رکھی گئی ہے۔ تاکہ ہر فرد وبشر اسکو خرید سکے اور فائدہ اٹھا سکے **قیمت ۱۲ ؍**

نماز اثنا عشری باترجمہ مع اصول دین

اس میں تمام واجب نمازوں کے مفصل احکام اصول دین فروع دین۔ نجاسات غسل۔ طہارت وغیرہ وغیرہ درج کئے گئے ہیں۔ اور اوقات نماز ونقشہ شکیات نماز بھی شامل ہیں۔ لہذا شیعہ لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے بالکل آسان اردو میں تیار کی گئی ہے۔ کاغذ۔ چھپائی اور لکھائی نہایت اعلیٰ ہے ٹائیٹل رنگین حجم ۱۶۸ صفحہ **قیمت صرف ۳ ؍**

تمام درخواستیں بنام مینیجر کتب خانہ اثنا عشری لاہور مغل حویلی آنی چاہئیں

الحافظ

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنے۔

قیمت فی پرچہ چار آنے

جلد دوم | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۶ء مطابق ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۴ھ | نمبر دوم

باب الفتاویٰ

سوال۔ ایک حاملہ عورت جس کا حمل قریب وضع ہو اور دوسری وہ عورت جو بچے کو دودھ پلاتی ہو اور اس کا دودھ کم ہو اُن کو ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کیلئے کیا حکم ہے۔ بینوا و توجروا

الجواب۔ اگر حاملہ اور شیردہ عورت کو روزہ رکھنے سے اپنے نفس یا حمل اور شیرخوار بچے کو ضرر اور نقصان پہنچنے کا خوف اور اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے اور روزانہ ایک مُد کفارہ و صدقہ دیتی رہے۔ اور زوال عذر کے بعد ان ایام کو قضاء رکھے۔ وہو العالم

سوال۔ مسواک کرنا روزہ کی حالت میں مکروہ ہے یا نہیں۔ اجرکم علی اللہ تعالیٰ

الجواب۔ بحالت روزہ مسواک کرنا مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ مستحب ہے اگرچہ چوب تر سے ہو۔ وہو العالم

سوال۔ بحالت روزہ انیس اور دبیر علیہما الرحمۃ کے اشعار فضائل و مناقب یا مصائب ائمہؑ پڑھنے جائز ہیں یا نہیں۔

الجواب۔ بحالت روزہ اشعار متعلقہ فضائل و مناقب و مصائب ائمہؑ بلکہ متعلقہ آخرت بھی پڑھنا مکروہ علی الاحوط ہے۔ وہو العالم

سوال۔ بوڑھا مرد یا بڑھیا عورت یا جس کو کہ پیاس کی مرض ہو یعنی کسی وقت سوائے پانی پینے کے صبر نہ کر سکتا ہو اور روزہ رکھنے سے عاجز ہوں تو شرعاً ان کے لئے کیا حکم ہے۔ روزہ رکھیں یا چھوڑ دیں۔

الجواب۔ ایسے معذور لوگوں کیلئے حکم ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دیں اور روزانہ ایک مُد کفارہ دیں۔ اگر عذر زائل ہو جائے اور بوڑھے میاں و بڑھیا عورت روزہ رکھنے کی طاقت اپنے میں محسوس کریں اور عطاش سے مرض عطش زائل ہو جائے تو حصول صحت و طاقت کے بعد ان روزوں کو بنیت قضاء رکھیں۔ وہو العالم

سوال۔ اگر روزہ کی حالت میں قے ہو جائے یا قے عمداً کرے تو آیا وہ روزہ صحیح ہوگا یا باطل ہوگا۔

الجواب۔ قے اگر خود بخود ہو جائے تو روزہ صحیح ہے اور اگر عمداً قے کی جائے تو روزہ باطل ہوگا۔ وہو العالم

سوال۔ زکوٰۃ و فطرہ کی رقوم بے نماز اور بے روزہ مومنین کو دینا جائز ہے یا نہیں۔ کیا مجتہد جامع الشرائط کو بھیجنا بہتر نہیں اس سے کہ خود اس کو تقسیم کیا جائے۔

الجواب۔ جو لوگ کہ علانیہ تارک نماز و روزہ ہیں انہیں ہرگز نہ دینا چاہئے جب تک کہ ان کے صوم و صلوٰۃ پر وثوق حاصل نہ ہو اور احوط یہ ہے کہ مجتہد جامع الشرائط کو رقوم فطرہ پہنچائی جائیں کیونکہ وہ اس کے مصارف کو دوسروں سے بہتر جانتا ہے۔ اور زکوٰۃ دینے والا بھی اس صورت میں مشغول الذمہ نہیں رہتا۔ وہو العالم (احقر علی الحائری)

شذرات

شیعہ ینگمین سوسائٹی خواجگان نارووالی لاہور کی طرف سے تبلیغ حق

یوں تو شیعہ ینگ مین سوسائٹی کا ہر ایک موعظہ حسنہ قابل ستائش اور شیعیان لاہور کے لئے تالیف قلوب ہے۔ لیکن نیمۂ ماہ شعبان کا وعظ اپنی نوعیت میں ایک نرالی وانوکھی ادا لئے ہوئے تھا جناب سرکار عالی وقار حضور حجۃ الاسلام صدر المفسرین محی الملت والدین قبلہ وکعبہ علامہ حائری ادام اللہ علی رؤس المومنین نے جلوہ افروز منبر ہو کر اپنی مشہور فصیح البیانی وقادر الکلامی سے آیات بینات کی تفسیر فرماتے ہوئے ولادت حضرت حجۃ خلیفۃ اللہ فی العالمین کو بدلائل قاطعہ بیان فرمایا۔ چونکہ نیمۂ ماہ شعبان کا مضمون مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تکذیب کے متعلق تھا۔ اس لئے اس جلسہ میں مرزائی فرقہ خصوصیت سے شریک تھا۔ حضور قبلہ وکعبہ نے مہدی موعود کے دعوی کرنیوالے اور اس کے مقلدوں کی کچھ ایسی طرح قلعی کھولی جس سے اُن کو معترض ہونیکی کوئی جرأت باقی نہ رہی۔ یہ تقریر اس روز بخیر وخوبی تین گھنٹے کے بعد مصافحہ ومعانقہ پر ختم ہوئی یہ مکمل تقریر الحافظ نمبر ۱۲ بابت ماہ فروری میں قلمبند ہو چکی ہے اور مہدی موعود کے نام سے علیحدہ بھی چھپ گئی ہے اگر کوئی صاحب خریدنا چاہیں تو دو آنہ کے ٹکٹ بھیج کر مینجر صاحب خواجہ بک ایجنسی لاہور سے طلب فرمائیں۔ پھر دوسرا وعظ عید نوروز عالم افروز کی تقریب اور ماہ صیام کے ورود میں ۲۱ مارچ بروز اتوار دن کے دس بجے تھا جناب فضیلت مآب سیادت پناہ مولوی الطاف علی شاہ صاحب سبزواری مدظلہ نے آیۂ وافی ہدایہ وذکرھم بایام اللہ ان فی ذالک لآیات لکل صبار شکور کو عنوان فرما کر اس کے متعلقہ رموز واسرار کو نہایت شرح و بسط سے بیان فرمایا اور معترضین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے ثابت کیا کہ فرقہ شیعہ اس روز کو اس لئے افضل نہیں مانتا ہے کہ یہ آتش پرستوں کی عید ہے۔ بلکہ اس روز کی فضیلت کا اس لئے قائل ہے کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخت نشینی اور خلافت حقہ پر متمکن حاصل ہونیکا یہی دن تھا۔ آپ کی اس تمام تقریر کا اثر ہر ایک متنفس موافق ومخالف پر ہوا۔ اور ہر ایک فرد عالم وجد میں جھومتا نظر آ رہا تھا۔ ممدوح کی من وعن یہ تقریر بھی الحافظ جلد دوم نمبر ۱ بابت ماہ مارچ میں رونق پا چکی ہے۔ ان کی تقریر کے بعد عمدۃ الواعظین زبدۃ العارفین جناب مولانا مولوی سید محسن علیشاہ صاحب سبزواری مدظلہم العالی رونق دہ منبر ہوئے۔ مولانا موصوف نے حقیقت اسلام اور برکات رمضان کے بارے میں ایک جامع تقریر فرمائی اور اعمال واحکام وہدایات ضروریہ رمضان سے مومنین کو آگاہ فرمایا اور علمی لطائف وظرائف سے حاضرین کے قلوب کو مسرور کیا۔ ہم جناب موصوف کی خدمت میں گذارش کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ آپ ازراہ کرم اپنی اس عالمانہ تقریر کو قلمبند فرما کر عنایت فرماویں۔ تاکہ آپ کی اس فاضلانہ تقریر کی اشاعت سے الحافظ نمبر ۔۔ کے اوراق کو مزین کیا جائے۔ جس سے ناظرین الحافظ بھی اس کے مطالعہ سے حظ اٹھائیں امید ہے کہ ہماری یہ خادمانہ گذارش مولانا کے سماعت عالی تک پہنچ کر ضرور فائز المرام ہوگی۔ فضل ایزدی

مومنین کے بالاخانوں پر بھی ۹ محرم تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آسمانوں سے ستارے اتر آئے ہیں۔ ان تیوہاروں پر بھی مومنین نے اپنی اپنی جگہ خوب دل کھول کر چراغانہ کیا۔ یہ سوسائٹی علماء عظام لاہور کا اپنے سچے دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔ جنہوں نے ازراہ مہربانی سوسائٹی کی درخواست کو منظور فرما کر سوسائٹی کے قرارداد پبلک جلسوں میں شرکت کر کے اپنے کلام بلاغت نظام سے شیعیان لاہور و دیگر فرق اسلامیہ کو مستفید و مستفیض فرمایا۔ یہ سوسائٹی آئندہ کیلئے بھی علماء اعلام کثرہم اللہ امثالہم کے توجہات گرامی کی امیدوار رہے۔

اقل الانیم

(حکیم شیخ بہادر حسین آنریری جنرل سیکرٹری شیعہ نگین سوسائٹی خواجگان نارسوالی لاہور)

بعض جرائد ملیہ کا ناجائز ناز

کس قدر افسوس ہے کہ بعض جرائد ملیہ کے اڈیٹران کی کچھ عادت ہوگئی ہے کہ وہ سیدھی سادی بات کا بتنگڑ بنا کر اخبار کے مفید کالموں کو اپنے مراد و مفاد کے حاصل کرنے کے لئے ضائع اور برباد کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا مطلب اس سے اس کے سواء اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ ایک شورش پیدا کر کے اپنے اخبار کی شہرت کو بڑھائیں۔ ہم نے ابتداء سے یہ رویہ اختیار کیا ہے کہ ہمارے جریدہ علمیہ کے کالم علمی مضامین کے لئے وقف ہونے چاہئیں اس لئے ہماری وسیع الظرفی اس امر کی متقاضی ہے کہ ہم ایسے منافقات میں اپنے جریدۂ فریدہ کو ملوث کر کے ہمسایہ قوم کو مضحکہ اڑانے کا موقع نہ دیں۔ کاش کسی فتنہ خیز مضمون لکھنے پر ہمارے فرض شناس اڈیٹران بجائے ناطق ہونے کے صامت رہا کریں ؎

عیب ست در طریقت ما کینہ داشتن ٭ آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

خادم الثقلین حکیم شیخ بہادر حسین آنریری سیکرٹری شیعہ نگین سوسائٹی خواجگان نارسوالی لاہور۔

صوبہ سرحد ڈیرہ غازیخان میں پنجاب شیعہ مشن لاہور کا دورہ

جناب سید عبدالواحد صاحب سیکرٹری انجمن حیدریہ ڈیرہ غازی خان کی درخواست اور دعوت پر مؤرخہ ۹ مارچ شام کو جناب قبلہ و کعبہ حضور حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ حائری مدظلہ العالی لاہور سے مع دونوں صحابیان سفر کے روانہ ہوئے۔ صبح ۵ بجے ٹرین ملتان چھاؤنی پہنچا۔ شہر اور چھاؤنی ملتان سے بھی ایک جماعت مومنین کی شرکت جلسہ کی غرض سے اسی ٹرین سے ہمراہ روانہ ہوئی۔ شیر شاہ۔ محمود کوٹ اور مظفر گڑھ وغیرہ سٹیشنوں سے بھی سادات اور مومنین بکثرت سوار ہوتے گئے۔ ڈیرہ غازی خان کے سٹیشن غازی گھاٹ پر موٹر پہلے سے موجود کھڑی تھی جس میں قبلہ و کعبہ مع صحابیان کرام سوار ہو کر ۱۹ میل مسافت طے کر کے سرحد ڈیرہ پر پہنچے۔ وہاں استقبال کرنیوالوں کا ہجوم عام پھول اور ہار لئے کھڑا تھا۔ شاندار استقبال کے ساتھ جناب قبلہ کو فرودگاہ تک پہنچایا گیا۔ جلسہ کی تواریخ ۱۱-۱۲-۱۳ مارچ اس لئے مقرر تھیں کہ ان ایام میں وہاں میلہ مویشی ہونے کے سبب لوگ بکثرت مختلف دور دراز مقامات سے جمع ہوجاتے ہیں اور اس تقریب پر مہر مذہب

کی انجمن کا جلسہ ہوا کرتا ہے۔ ماشاء اللہ شیعہ جماعت کی انجمن حیدریہ کے جلسہ کی شان و شوکت اغیار کے جلسوں کو مات کئے ہوئے تھی۔ کیوں کہ اس کے جلسوں کا صدر نشین وہ بزرگوار تھا جو نباض دہر حکیم الامتہ الناجیہ تھا۔ جس کی قادر الکلامی اور فصاحت بیانی نے تمام سُنّی۔ وہابی اور مرزائیوں کو اپنا شیداء بنا رکھا تھا۔ اس لئے انکی تقریر کے وقت پر دوسرے مذاہب کے جلسے بے رونق رہتے۔ اور لوگ امڈے ہوئے جلسہ انجمن حیدریہ میں جوق جوق چلے آتے۔ جس قدر لوگ ان تقریروں سے متاثر ہوئے۔ قبل از وقت ان کے نام اعلان کر دینے سے ایک نجومی بندر بھلے مانس کی شکل میں نمودار ہو کر بدراہ کرنے کی کوشش کریگا جیسا کہ معلوم ہوا ہے۔ کہ جونپور میں بھی ایک جماعت کے شیعہ ہو جانے پر اس بندر نے دو ناچ کئے۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اور ایسے تو سیکڑوں تھے۔ جو اگر کسی خاص مصلحت کی بناء پر علانیہ شیعہ نہیں ہوئے تو وہ غیر شیعہ بھی نہیں رہے۔ غرض تین روز خوب چہل پہل رہی

۱۲ مارچ کو ایک سنی مولوی صاحب بغرض ملاقات تشریف لائے۔ ہر چند ان سے کہا گیا کچھ ارشاد ہو کہ حاضرین مستفید ہوں۔ مگر وہ یہ کہ کر ٹالتے رہے کہ صرف ملاقات کے لئے آیا ہوں۔ آخر الامر کسی طرح تقدیم و تاخیر علم معقول و منقول پر بحث چھڑ گئی۔ وہ مولوی صاحب کہنے لگے کہ علم منقول مقدم ہے معقول سے جب انہیں سمجھایا گیا۔ کہ کفار تو قرآن حدیث کے پابند ہو سکتے نہیں۔ ایسی صورت میں فرمائیے سواء معقول کے انہیں کیونکر قائل کیا جاسکیگا تب وہ ایسے لاجواب ہوئے کہ فبهت الذي كفر۔ جھٹ گھڑی نکالکر کہنے لگے کہ اب اس وقت میری تقریر کا وقت ہے آج ہی عصر کو پھر حاضر ہوں گا۔

جب عصر کے ۵ بجے قبلہ و کعبہ علاّمہ حائری صاحب تقریر سے فارغ ہوئے تو مولوی صاحب ممدوح کی طرف سے ایک رقعہ کسی صاحب نے پیش کیا جس میں مرقوم تھا کہ مجھے شرفیاب ہونے کیلئے اس وقت اجازت ہے۔ ان صاحب سے کہ دیا گیا کہ ہاں مولوی صاحب تشریف لے آئیں ہم حاضر ہیں۔ شام تک انتظار کیا گیا۔ مگر وہ تشریف نہ لائے۔ آخر بعد از نماز مغربین ایک اور صاحب رقعہ لیکر آئے کہ اس رقعہ پر اجازت کے لئے مع دستخط لکھدیا جائے۔ ہر چند انہیں سمجھایا گیا کہ مولوی صاحب صبح خود ہی تشریف لائے اس وقت دعوت و دستخط کا کوئی سوال نہ تھا اور خود ہی یہ کہ کر تشریف لے گئے تھے۔ کہ ۵ بجے عصر پھر حاضر ہوں گا۔ اب اس عذر پیدا کرنے سے کہ دستخط کر دیئے جائیں کیا حاصل جس طرح صبح خود ہی آئے تھے بلا تکلف تشریف لے آئیں ان کی جگہ ہے۔ وہ صاحب بھی (بہت اچھا) کہ کر تشریف لے گئے۔ کان را کہ خبر شد خبرش باز نیامد۔

۱۳ مارچ کو مرزائیوں کے چند نمایندے شرفیاب ہوئے۔ مسئلہ خلافت پر ان سے گفتگو چل پڑی۔ ہر چند انہیں کہا گیا کہ تمہاری موجودہ خلافت قادیانی فرع ہے خلافت ثلاثہ کی۔ اگر تم ثلثہ کا ایمان اور عامل بالصالحات ہونا ثابت کر دوگے تو ان کو خلیفہ مان لیا جائے گا۔ وہ اس طرف آنا ہی نہ چاہتے تھے۔ کیوں کہ وہ اس میں قیامت تک کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔ اس لئے اُن کو مجبوراً جان چھوڑانے کے لئے یہ کہنا پڑا کہ حضرات ثلثہ اگر مومن نہ ہوتے تو جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام ان کو مشورہ نہ دیتے۔ پس اُن کے مومن ہونے کے لئے اس قدر کافی ہے۔ انہیں سمجھایا گیا کہ مشورہ لینا یا مشورہ دینا قرآن و حدیث میں کسی کے ثبوت ایمان کیلئے معیار مقرر نہیں ہوا ہے پیغمبر صلعم کے زمانہ میں موافق اور منافق دونوں قسم کے اصحاب کا ہونا قرآن سے ثابت ہے پھر خود قرآن میں یہ حکم بھی

موجود ہے کہ وشاورھم فی الامر اس حکم کے مطابق پیغمبر موافق اور منافق دونوں قسم کے صحابہ سے مشورہ کر لیا کرتے تھے۔ بقول تمہارے اگر مشورہ کرنا ہی ثبوت ایمان کا معیار ہے تو پھر یہ منافق صحابہ بھی مومن قرار پائیں گے۔ حالانکہ یہ خلاف واقع ہے۔ اس پر اپنے کا سامنہ لیکر مرزائی وفد واپس ہوا۔

غرض تین روز متواتر تقریروں کے بعد جلسہ بڑی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ اور جناب قبلہ و کعبہ مع صاحبان سفر کے مراجعت فرمائے لاہور ہوئے۔ ڈیرہ غازی خان سے نامہ نگار کے مضمون کا یہ اقتباس درج لیا گیا ہے اور جناب قبلہ و کعبہ کے سفری صحابہ کرام نے بھی واقعات یوں ہی بیان کئے ہیں۔ جیسے نامہ نگار کے مضمون میں درج ہیں۔

الراقم سید حسین رضوی سیکرٹری پنجاب شیعہ مشن لاہور

قادیانی لاہوری پارٹی کے اخلاق کا نمونہ

اگر مرزائی فرقہ کے مبلغ ایسے ہی اخلاق رکھتے ہیں تو پھر ہم سخت افسوس کرتے ہیں۔ سُنا گیا ہے کہ مؤرخہ ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء گوال منڈی لاہور میں آریہ صاحبان کے مقابلہ میں تحریف قرآن کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے ایک مبلغ صاحب نے شیعوں کو وام مارگی کے ناپاک نام سے یاد کیا ہے۔ جس سے فرقہ شیعہ کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ شیعوں کے متعلق چوہدری صاحب ایسے بُرے ناپاک اور پلید الفاظ استعمال کرنے کا کیا حق رکھتے تھے۔ علاوہ اس لفظ کے اور بہت الفاظ تھے جن کے ذریعہ شیعوں کو مخاطب بنا سکتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ایک فتنہ قائم کرنے کے لئے احمدی مبلغ نے شرارت سے کام لیا ہے۔ خیر ہم عنقریب مرزائی فرقہ کے ہر فرد کو ثابت کر کے دکھلادیں گے کہ وام مارگی آپ ہیں یا آپ کے مرزا نہ کہ ہم؟ (اڈیٹر)

خط و کتابت کرتے وقت چِٹ نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ آنا لازمی ہے

اعمال و احکام عید الفطر

قولہ تعالیٰ۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی۔ یعنی فلاح اور رستگاری حاصل کی جس نے زکوٰۃ فطرہ ادا کی اور اپنے پروردگار کو حسب ذیل تکبیرات سے یاد کیا اور نماز عید کو بجا لایا۔

تکبیرات

اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَللّٰہُ اَکْبَر عَلٰی مَا ھَدَانَا روز عید الفطر یہ تکبیرات ضرور پڑھی جانی چاہئیں۔

زکوٰۃ فطرہ

واجب مؤکدہ ہے۔ اور بالتحقیق شرائط۔ فطرہ نہ ادا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ جس طرح صلوات علی محمد

وآل محمد قبولیت نماز کا باعث ہے۔ فطرہ اسی طرح قبولیت روزہ کا باعث ہے اسی لئے آیت قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی میں خدا نے زکوٰۃ کو صلوٰۃ پر مقدم ذکر فرمایا ہے۔ پس جو شخص روزہ رکھکر زکوٰۃ فطرہ نہ ادا کرے تو اس کے روزے مقبول نہ ہوں گے۔ مزید برایں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مال وہی تلف ہو جاتا ہے جسکی زکوٰۃ نہ نکالی گئی ہو۔ اسی طرح جان بھی وہی تلف اور ضائع جاتی ہے۔ جس کی زکوٰۃ بدن (فطرہ) نہ نکالا گیا ہو۔

امام صادق علیہ السلام معتب وکیل خرچ سے فرماتے ہیں کہ میرے تمام عیال۔ غلام وکنیز کا فطرہ اداء کردو کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کا فطرہ رہ جائے۔ مجھے خوف ہے۔ کہ وہ سال بھر کے اندر ہلاک نہ ہو جائے۔

ہر وہ شخص جو شب عید کو اپنے اور عیال اپنے کی قوت سے زیادہ مقدار وسعت رکھتا ہو اس پر زکوٰۃ فطرہ نکالنا واجب ہے۔ اور فقیر اگر ایک سیر فطرہ کو دست بدست تمام عیال سے پھر اکر کسی دوسرے فقیر کو دیدیوے۔ تو سب کو پورا ثواب فطرہ حاصل ہوگا۔

جو شخص شام عید کو کسی کا مہمان ہو۔ بشرطیکہ اس کے مال سے افطار کرے۔ تو اس کا فطرہ میزبان کے ذمہ واجب ہوگا۔

وقت اداء فطرہ

چاند عید کو رویت کیوقت ہی فطرہ کی رقم نیت کر کے علیحدہ کردے۔ اور عید کے روز شام تک فطرہ اداء کردے۔ اور بحالت عذر دوسرے روز بھی بہ نیت فطرہ ادا کر سکتا ہے۔ یہ لازم اور ضروری ہے کہ حتی الامکان ادائیگی زکوٰۃ فطرہ میں تاخیر نہ کیجائے۔

جنس فطرہ

جنس فطرہ جس کی جو غالب قوت (خوراک) ہو۔ یعنی چاول زیادہ کھانیوالے چاول کی قیمت نکالیں گے اور گیہوں زیادہ کھانیوالے گیہوں کی قیمت اداء کریں گے۔

مقدار فطرہ

ہر شخص کی طرف سے فطرہ ایک صاع وزن میں نکالا جائیگا۔ جو انگریزی وزن کے مطابق تقریباً ساڑھے تین سیر ہوتے ہیں۔ مگر علماء اعلام نے احتیاطاً چار سیر وزن انگریزی فی نفری زکوٰۃ فطرہ بیان فرمایا ہے خواہ وہ جنس گندم وچاول دیوے۔ یا اس کی قیمت ادا کرے۔

مستحق فطرہ

وہ شخص ہے جو مومن اثناء عشری۔ صحیح العقائد۔ صحیح الاعمال۔ نماز وروزہ کا پابند ہو۔ اور متجاہر الفسق وفجور اور سائل نہ ہو۔ اگر اسکے مخالف کسی شخص کو فطرہ دیا جائے گا تو وہ قابل قبول نہ ہوگا۔ اسی لئے علامہ مجلسی علیہ الرحمہ جمہور اعلام نے اس مسئلہ میں اتفاق کیا ہے۔ کہ اس زمانۂ غیبت امام علیہ السلام میں زکوٰۃ فطرہ مجتہد جامع الشرائط کو پہنچا دیجائے۔ کیونکہ مجتہد فطرہ کے مصارف اور شرعی مستحقین کو دوسروں سے بہتر سمجھ سکتا ہے (زاد المعاد)

مدیر

صلوات تبرّا

(از رشحات قلم جناب کربلائی آغا محمد زکی صاحب قزلباش وکیل ریاست امہو)

رسالہ ہفوات الصالحین۔ دہلی۔ کا نمبر ۲ جلد ۲ بابت ماہ فروری ۱۹۲۶ء اس وقت ہمارے پیش نظر ہے جس کے فاضل ایڈیٹر جناب شاہزادہ مرزا احمد سلطان صاحب گورگانی مصطفوی چشتی ہیں۔ رسالہ مذکور کے عنوان "مساوات امام با افضل المرسلین انام" کے متن میں صفحہ ۲ پر فاضل ایڈیٹر صاحب نے ایک عالم اہل سنت پر اعتراض اور ان کا جواب لکھا ہے۔ اور اسی سے ہمارے مضمون کا تعلق ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

"میں نے ایک عالم اہلسنت پر یہ اعتراض کیا کہ آپ کی صحاح ستہ بلکہ جملہ کتب فقہ و احادیث و رجال و سیر و تاریخ و تفاسیر میں صلوات تبرا سے بھری پڑی ہے۔ یعنی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آلہ کا لفظ نہیں ہے۔ حالانکہ تمہاری ہی کتب میں یہ بھی درج ہے۔ کہ صلوات تبرا کو رسول نے بتاکید منع فرمایا ہے۔ پھر اس کا عمل تمہارے ہاں کیوں نہیں؟ ان عالم صاحب نے فرمایا کہ جب آیہ یُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ نازل ہوئی تو بعض صحابہ نے حضور سے عرض کیا کہ آپ پر درود کیونکر بھیجا جائے چونکہ اوائل اسلام کا زمانہ تھا۔ اکثر لوگ درجات پیغمبر و امام سے بے حد ناواقف تھے۔ اس لئے رسول اللہ نے صلوات میں لفظ آل کے اظہار و شرکت کی تعلیم فرمائی۔ اور چونکہ آپ صاحب مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ہیں۔ اس سے یقین ہے۔ کہ رسول اللہ کی یہ تعلیم خدا کی مرضی کے مطابق ہوگی۔ جو باوجود آیت میں آل کا لفظ نہ ہونے پر آپ نے لفظ آل کی شرکت کا حکم دیا۔ چوں کہ اب اسلام پرانا اور علماء اس بھید سے واقف ہو گئے۔ اس لئے اب لفظ آل کے اضافہ کی ضرورت باقی نہیں رہی اور یقین کر لیا گیا کہ اللھم صل علی محمد کہنے سے آل محمد شریک اور اس کا ثواب مل جاتا ہے۔ بلکہ جو لوگ اللھم صل علی محمد کے ساتھ آل محمد کہتے ہیں۔ وہ محمد اور آل محمد کو جدا جدا جانتے ہیں۔ اس لئے وہ لوگ ہمارے نزدیک جاہل اور گنہگار ہیں"

بہت بہتر جناب عالم اور نیکوکار صاحب! آپ کی اس توجیہ نے مسلمانوں کو بہت سے جھگڑوں سے نجات دلوا دی۔ اگر اس وقت تک آپ نے اپنے پیروان کو کسی مصلحت سے حکم نہیں دیا ہے۔ تو براہ کرم فوراً شائع کر دیجیئے کہ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ جتنے احکام ہیں سب مسلمان ترک کر دیں اگر ایسا نہ کریں گے تو جاہل سمجھے جائیں گے اور گنہگار۔ اس لئے کہ اوائل اسلام میں لوگ درجات پیغمبر و امام سے بعید ناواقف تھے۔ تو توحید کے اصلی مفہوم کو بھی نہیں جانتے تھے۔ اس لئے حکم دیا گیا تھا کہ نماز پڑھو تاکہ خدا کی تسلیم لازم آئے مسلمان کم تھے تبادلۂ خیالات کا موقع نہ ملتا تھا۔ اس لئے حج کا حکم دیدیا گیا تھا۔ غربت زیادہ تھی۔ اس لئے زکوٰۃ کا حکم تھا۔ غربت کا یہ عالم تھا کہ اکثر شکم سے پتھر باندھے جاتے تھے۔ اس لئے ان فاقوں کو بھی ثواب میں داخل کرنے کے لئے روزہ رکھنے کا حکم دیدیا گیا تھا۔ مگر اب اسلام پرانا اور علماء اس بھید سے واقف ہو گئے۔ اس لئے کسی بات کی ضرورت نہیں رہی۔ ہر مسلمان توحید سے واقفیت کا مدعی لہٰذا نماز بیکار۔ اتنی غربت نہیں کہ پیٹ

پر پنجفر باندھا جائے اس لئے روزہ ندارد ۔ ہر جگہ مسلمانوں کی اتنی تعداد کثیر کہ کسی شہر کی ایک مسجد ان کے لئے ناکافی اور نیا دلہ خیالات کے لئے طریقے غیر محدود ۔ نیز مکہ معظمہ میں اجتماع ہونے پر نفع کی بجائے اگر کوئی وبائی مرض پھیل جاتا ہے نوجوان کا بھی خطرہ ہے ۔ اس لئے حج میں صرف کرنا اسراف اور حکم خدا "لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" کے خلاف اور زر طلبی سخن در این است کے تحت میں زکوٰۃ سشیر مادر ۔ بس زبان سے صرف اللہ نبیا اور جنت کے ٹھیکیدار ۔ خالی "اللھم صل علی محمد و آل محمد" کہنے کی بھی ضرورت نہیں اس لئے کہ ہر شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے درجہ سے کما حقہ واقف ہے ۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر آپ نے یہ فتویٰ شایع کر دیا تو آپ کے گروہ کی تعداد اس قدر زیادہ ہو جائے گی کہ اسلام کا کوئی دوسرا فرقہ اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا ۔ پھر پانچوں گھی میں ہوں گی ۔ اور یہی دنیا کا حاصل ہے ۔

حضرت ! خدا سے ڈریئے اور قرآن مجید کی آیات کی یوں توجیہہ نہ کیجیے ۔ پرانی لکیر کے فقیر نہ بنئے اور ذرا عقل سے کام لیجیے ۔ اگر آپ آیہ قرآنی میں ذرا غور سے کام لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ آل کی شرکت کا حکم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بنا پر نہیں دیا تھا کہ اوائل اسلام میں لوگ درجات پیغمبر و امام سے بے حد ناواقف تھے ۔ اگر ایسا کرتے تو "ینطق عن الھویٰ" ہوتا نہ کہ "ما ینطق عن الھویٰ" اگر آپ اسی آیہ "ما ینطق عن الھویٰ" کا جزو آخر دیکھتے جو "ان ھو الا وحی یوحیٰ" ہے تب بھی اس کے قائل نہ ہوتے کہ اوائل اسلام کی مصلحت کی بنا پر یہ حکم تھا ۔ جس بھید سے اب آپ جیسے واقف ہو گئے ہیں ۔

اب میں آیہ درود ہی سے اور آیہ درود کے صرف اسی جزو سے جو آپ کی تقریر بالا میں ہے یعنی "یصلون علی النبی" یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ درود میں "آل محمد" کہنا لازم اور صرف "اللھم صل علی محمد" کہنا خلاف احکام قرآن اور خلاف احکام قرآن کرنے والا کیا ہو گا ؟ اس کا فیصلہ آپ چوں کہ عالم ہیں خود فرمالیں ۔

ملاحظہ فرمائیے آیہ میں صلوات بھیجنے کا ذکر نبی پر ہے ۔ نہ کہ رسول یا پیغمبر پر ۔ النبی سے مفہوم اس آیہ میں جمیع اہل اسلام کے نزدیک جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں نہ کہ کوئی اور نبی ۔ اب آپ سیرۃ نبی کی کسی کتاب کو اٹھا کر دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسالت و پیغمبری کا عہدہ تو جب ملا تب ملا لیکن باتفاق جمیع مؤرخین اسلام نبی وہ اس وقت ہے جبکہ آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے ۔ وہ نبی مکہ معظمہ میں پیدائش بعد نہیں بنائے گئے ۔ ان کا نور جب خلق ہوا تب بھی نبی تھے جس کے متعلق ارشاد ہے "اول ما خلق اللہ نوری" وہ نور نبوت ایک تھا مگر علی سے مشترک چنانچہ ارشاد ہے ۔ "وعلی من نور واحد" پس جب کہ نور نبی میں آل کا نور شریک تھا ۔ تو صلوات علی النبی" میں آل شرکت سے کیونکر باقی رہ سکتی ہے ۔ آیت میں آل کا اظہار کرنا بے ضرورت تھا جب کہ نبی کا لفظ موجود تھا ۔ اگر صلوات کا حکم رسول پر یا پیغمبر پر ہوتا اور نبی پر نہ ہوتا اس وقت آپ کی یہ توجیہہ بشرطیکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صورت میں بھی آل کی شرکت کا حکم دیتے تو قابل غور تھی ۔

مگر آپ تو بقول ایڈیٹر صاحب مفوات الصالحین آپ کا مذہبی تقیہ ثابت ہوتا ہے۔ اور کچھ بھی نہیں۔

دیکھئے علماء مزنگ ضلع لاہور کا فتویٰ جو جوامع الاحکام در رد تعلیم الاسلام مطبوعہ مطبع اشرفی آستانہ حضرت کچھوچھہ شریف میں شائع ہوا ہے اُس سے سبق حاصل کیجئے۔ جس کو میں لفظاً لفظاً صفحہ ۱۰ و ۱۱ سے نقل کرتا ہوں۔ یہ فتویٰ جناب مولوی ابو رشید محمد عبد العزیز صاحب خطیب و امام جامع مسجد ملک سردار خان مزنگ ضلع لاہور کا ہے۔ جس کی تصدیق جناب مولوی گل محمد صاحب امام جامع مسجد روضہ شریف مزنگ و واعظ منجانب حمایت اسلام لاہور نے کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"تعلیم الاسلام حصہ اول صفحہ اول وغیرہ۔ رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ وآلہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ صرف صم صلعم لکھ کر بچوں کو حاشیہ میں ہدایت کی ہے۔ کہ جس جگہ عم یا صلعم لکھا ہوا دیکھو اسے صلی اللہ علیہ وسلم پڑھو۔ حالانکہ درود شریف کا ایسا اختصار کرکے لکھنا ممنوع وحرام و باعث حرمان ثواب ہے۔ ملاحظہ ہو طحطاوی کتاب الاذکار للنودی صفحہ ۵۴۔ جذب القلوب نولکشوری کانپوری صفحہ ۲۴۲۔ قطب الارشاد مطبوعہ بمبئی مظفری صفحہ ۲۳۹۔ آخری کتاب کی عبارت بخوف طوالت صرف درج کی جاتی ہے "یکرہ الرمز با الصلوٰۃ والترضی والترحم بالکتابۃ بل یکتب ذالک کلہ بکمالہ (مکروہ ہے بطور اشارہ کے لکھنا درود شریف اور کلمات ترضی وترحم کا بلکہ پورا پورا لکھے) قبل ازیں چند سطر فرماتے ہیں پورا درود شریف لکھنے سے ملول خاطر نہ ہو "فالیسام منہ والاحرم حظاً عظیماً۔ انتہیٰ۔" (اور نہ ملول ہو درود شریف لکھنے سے ورنہ بڑی نعمت سے محروم ہوگا۔"

دیکھئے آپ کے مذہب کے ان دونوں عالم صاحبان نے جو شروع عبارت میں رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم لکھنے میں "وآلہ" لکھا ہے۔ جس کے نیچے میں نے لکیر کھینچی ہے۔ (عبارت کے نیچے کی لکیریں اصل فتویٰ مطبوعہ کتاب میں موجود ہیں۔) تو آپ کے قیاس کے نزدیک وہ محمدؐ و آل محمد کو جدا جدا جانتے ہیں۔ اس لئے فوراً اس سے پیشتر اعلان کر دیجئے کہ یہ دونوں عالم جاہل اور گنہگار ہیں۔ اور فتویٰ میں جو انہوں نے پورے درود شریف لکھنے کی ہدایت کی ہے۔ جس میں "وآلہ" شامل ہے۔ یہ فتویٰ غلط اور اس پر عمل کرنیوالے گنہگار۔ یا اپنے جہل کا اقرار کیجئے۔ اور آئیندہ سے درود اسطرح پڑھیئے:-

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّد"

اور عبارت میں کسی مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک آجائے تو صلوات تبرا کے عامل نہ بنئے۔ بلکہ یوں لکھا کیجئے:-

"صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم"

انتقال پُرملال:- نہایت افسوس ہے کہ واقعہ ۱۸ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۴ھ شب چہارشنبہ کو عمدۃ الذاکرین و قدوۃ الشاعرین جناب مولانا مولوی غلام علی صاحب ناظم نے عین عنفوان شباب میں تقریباً ۲۵ سال کی عمر میں قبل از وقت داعی اجل کو لبیک کہکر صفحہ ہستی سے اپنا نام ونشان ہمیشہ کیواسطے مٹا دیا۔ آپ فخر العلماء جناب مولوی خادم علی صاحب واعظ و مدرس عربی بستی شادو خان کے نہایت ہی لائق تلامذہ میں سے تھے۔ مومنین سے التماس دعائے مغفرت و نماز ہدیہ میت۔ اللھم اغفرہ

"یارِ غار"

(از قلم جناب سید ابوالحسن صاحب نائب رجسٹرار قانون گو تحصیل مڑیاہوں ضلع جونپور)

حق شناس دوستو تمہیں یقیناً معلوم ہوگا کہ یار سے مراد کون یار اور غار سے مراد کون غار ہے۔ بہت مشہور بات ہے کہ یار سے مراد ابوبکر غم گسار اور غار سے مراد غار ثور ہے۔ اسی غار کی بدولت اُمت رسُول سے غمگسار موصوف کو کیا امتیازی تمغہ ملا کہ وہ افضل صحابی ٹھہرائے گئے۔ سنو یاران یار ممدوح دلیل فضیلت کیلئے۔ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى پیش کرتے ہیں۔ اور ہمیں دکھلاتے ہیں کہ دیکھو خدا نے (۱) ساتھ ذکر رسالت مآب کے ذکر جناب ابوبکر کیا۔ (۲) رسُول مقبول کو اول وابوبکر کو ثانی قرار دیا (۳) ایک مقام میں دونوں بزرگوں کو ٹھہرایا۔ (۴) دونوں حضرات کو اپنی معیت میں لیا (۵) مصاحب پیغمبر گردانا۔ (۶) اور ابوبکر پر سکینہ نازل کیا۔

اب میں پنجتن پاک کا نام لیکر ایسے مدعیوں کے دعویٰ کو باطل کرنے کو تیار ہوتا ہوں۔ اور ہانک پکار کر کہتا ہوں کہ آیۂ مذکورہ سے جناب ابوبکر کی نہ کوئی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ اور نہ کوئی مناقب واقعہ غار سے پائی جاتی ہے۔ اگر نظر حقیت سے دیکھا جاوے تو صاف ظاہر ہوسکتا ہے کہ یہ غار نہیں تھے بلکہ مار سے زیادہ خطرناک تھے۔ واقعہ غار کے متعلق صفحات تواریخ۔ سطور تفاسیر۔ الفاظ احادیث۔ اقوال ناقلان خوش اطوار۔ بیانات راویان راست گفتار مفصل طریقہ سے بتاتے ہیں۔ زیادہ زحمت کی ضرورت نہیں ہے۔ ذرا تفسیر ثعلبی وکشاف واحیا العلوم ہی کو دیکھ لو۔ واقعہ یوں تحریر ہے۔ ضرورتاً اختصار مدنظر ہے۔

"رسُول خدا مشرکان مکّہ سے نا امید ہوئے۔ بعض اہل مدینہ خدمت سرور عالم میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مشرکان قریش آمادہ قتل ہوئے اللہ کا نامہ بر اللہ کے حبیب کی خدمت میں حاضر ہوکر کہتا ہے "حضور بارگاہ صمدیت سے حکم ہوا ہے کہ آپ مکّہ سے ہجرت فرمائیں اور علی کو حکم دیجیئے کہ بستر مطہر پر بجائے آپ کے سوئیں"۔ غور کرو کیا بات نامہ بر نے کہی۔ درگاہ رب العالمین کا روبکار اجرائے اجرا ہولتے کہ رسُول تو مکّہ سے ہجرت کریں۔ اور علی قائمقام ہوں۔ دیکھنے کی بات ہے کہ احکم الحاکمین کے حکم کو اس کا رسُول کیونکر بجالاتا ہے۔ اور اس کی تعمیل اور کس ذات سے متعلق ہے۔ اور وہ ذات رسول کے حکم کو بمفاد آیۃ وما ینطق عن الھویٰ الخ حکم خدا سمجھکر کیونکر تعمیل کے لئے آمادہ ہوجاتی ہے۔ رحمت العالمین فرماتے ہیں۔ "علی مری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر آرام کرو۔ باب مدینہ علم کو ماجرا تو معلوم ہی تھا۔ دریافت فرماتے ہیں "آقا کیا آپ کی اس میں سلامتی ہے؟" رسُول فرماتے ہیں ہاں یا علی۔ اب کیا کہنا رسُول کی سلامتی کیلئے علی تیار ہوجاتے ہیں۔ اور خوشی سے کہتے ہیں۔ "آقا مجھے اب اپنی موت کا بھی ڈر نہیں آپ سلامت رہیں"۔

المختصر بستر رسول پر بحکم خدا ورسُول سبز چادر اوڑھ کر بلا خوف وخطر تلوار زیر چادر رکھ کر علی نے آرام فرمایا کفاران نے محاصرہ بھی کیا۔ سنگ باران بھی کیا لیکن شیر یزدان شاہ مردان نے ایسے خطرناک موقع پر بڑی شجاعت

کے ساتھ یہ نظارہ نظر ظاہری و باطنی سے دیکھ رہے تھے۔ ادھر صبح ہوئی ادھر ناہنجاروں نے یہ بے ادبی کی کہ خانہ عرش منزلت میں گھس آئے۔

نہیں ہو سکتا کوئی ایسا بہادر کہ تاب مقاومت لا سکے جب کہ علی کا سامنا ہو اور بالخصوص اس وقت کہ دست مبارک میں تلوار ہو۔ تلوار تھی یا بجلی تھی کہ جب کبھی چمکی تو صدہا آنکھیں بصارت کھو بیٹھیں جدھر چلی ایک آفت بپا ہوئی۔ جدھر لپکی بہتیروں کو لے بیٹی۔ اور ہاتھ بھی وہ ہاتھ جسے یداللہ کہتے ہیں۔ زمانہ کے روباہ صفت مردم شیر اللہ کے سامنے کب کے ٹھہرنے والے تھے۔

شجاعت خداداد کا سکہ ان کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ بڑھتی ہوتی ہمت گھٹ گئی بلند حوصلہ پست ہو گیا۔ علی کو چھوڑ دیار رسولؐ کی تلاش میں چل نکلے۔ کہاں ہیں اعتراض کرنیوالے آویں اور دیکھیں کہ کیوں کر علی نے بلا خوف اپنی جان کو بیچکر بستر رسول پر تلواروں میں آرام کیا۔ کیا یہ رضامندی اپنے قتل بر دست دشمن سے مقتول ہو نیسے افضل نہیں ہے۔ جس طرح ذبیح اللہ خلیل اللہ کے دست مبارک سے ذبح ہونے کے لئے باغ باغ تھے۔ کا رعب پیام طبیعت بشری اور نفس انسانی سے نہایت بعید ہے۔ بغیر توفیق الٰہی کے۔

ادھر کا ماجرا سنیئے۔ حضرت غار کو تشریف لے جا رہے ہیں۔ راہ میں ابوبکر ملے۔ حضرت نے ہمراہ لے لیا حضرت داخل غار ہوئے غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا۔ کبوتر صحرائی انڈے دیدیئے۔

سراقہ ابن مالک حضور کے قدم مبارک کو پہچانتا تھا۔ قدم مبارک کے نشان سے غار تک گیا لیکن مکڑی کے جالے نے رسول مقبول کے عدم وجود کا یقین دلا کر سراقہ کو مایوسی کے ساتھ واپس کیا۔ تاہم عرصہ تک غار پر مجمع تھا۔

آیۃ مذکور جبرئیل امین لیکر نازل ہوئے۔ اسی اثنا میں یار غار کو سانپ نے کاٹ کر رولا دیا (واللہ العلم) حضرت نے منع فرمایا ''ورنہ رو خدا ہمارے ساتھ ہے''، یہ بھی لوگ کہتے ہیں کہ لب مبارک حضور نے زخم میں لگا دیا

علی کو کیا ملا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ کا معزز خطاب پایا۔ خدا نے جمیع حاملان عرش و ملائکہ سے مباہات و مفاخرات کیا۔ ایسے بندہ کیلئے جس نے اپنی نقد جان کو اس کے حبیب پر نثار کر دیا۔

جانثاری

خوارزمی اپنی کتاب میں ثعلبی اپنی تفسیر میں لکھتا ہے۔ کہ ملائکہ اس جانثاری سے متعجب ہوگئے۔ جبرئیل میکائیل کو محافظت علی کا حکم ہوا۔ دونوں ملائکہ جب رات نگہبانی کرتے رہے۔ اور بشارت دیتے تھے۔ ''اے پسر ابوطالب کون تیری مثل ہے؟ حق تعالیٰ فخر و مباہات کرتا ہے قربان جان ہماری کہ آج رسول کی جانشینی پر اللہ تعالیٰ فخر و مباہات کرتا ہے۔ خلافت بلا فصل کی یہ بھی بین دلیل ہے۔ بیچ ڈالا راہ خدا میں رضائے خدا کے لئے خدا کے ہاتھ اپنے نفس کو۔ اب تو علی کا نفس نہ رہا بلکہ مشتری کا ہو گیا۔ یا یوں کہیئے کہ وہ نفس نفس اللہ ہو گیا۔ علی نے تو خدا کی بھی اطاعت کی اور رسول کی بھی۔ دونوں کی خوشنودی حاصل کی لیکن معلوم نہیں کہ ابوبکر صاحب کو کیا ملا۔ بات تو کھری یہ ہے۔ کہ آیۃ مذکورہ میں ان کی فضیلت نہیں بلکہ فضیحت ہے۔

مذکورہ بالا فضیلتوں میں سے ایک ایک کر کے لو اور مجھے بتاؤ کہ کونسی خصوصیت ابوبکر جیسے صحابی کے لئے پائی جاتی ہے۔ سنو! دنیا کا قاعدہ ہے کہ ضدین کا ذکر اکثر ساتھ ہوتا ہے۔ مثلاً دن و رات۔ نور و ظلمت۔ خوشی و غم آبادی و بربادی۔ نیک و بد۔ مسلم و کافر۔ مومن و منافق۔ اچھا اور برا جہاں آدم کا ذکر وہاں ابلیس کا ذکر۔ جہاں موسیٰ کا ذکر وہاں فرعون کا ذکر۔ جہاں ابراہیم کا ذکر وہاں نمرود کا ذکر۔ بس اس ذکر سے ابلیس و فرعون و نمرود کو کیا فضیلت ہوسکتی ہے۔

دوسری و تیسری و چوتھی فضیلت اور بھی بے ڈھب فضیلت ہے۔ جب ایک مومن دوسرے مومن کیساتھ یا ایک مومن دوسرے منافق کیساتھ ایک جگہ ہوتے ہیں تو دو کہلاتے ہیں۔ اسی طرح ایک مقام پر ہونے سے کیا فضیلت ہوسکتی ہے۔ غار سے بڑھ کر مسجد نبوی تھی۔ کہ وہاں مومن و منافق سبھی جمع ہوجاتے تھے۔

کشتیٔ نوح میں نیک و بد سب طرح کے تھے۔ شیطان بھی تھا اور کتا بھی تھا۔ اور جب قرآن ہی میں اطلاق صاحب و مصاحب کا کافر پر آیا ہے تو جناب ابوبکر کو کیا صاحبی لگ گئی۔

دیکھو زوجہ نوحؑ و زوجہ لوطؑ مکان واحد میں فرش واحد پر ساتھ نوح و لوط جیسے انبیاء کے استراحت کرتی تھیں۔ انہیں ان سے زیادہ بلند تر مرتبہ میں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ ان کی بدی صاف ظاہر ہے۔ اسی طرح فرعون کو اپنی زوجہ آسیہ کی صحبت سے مرتبہ نہ ملا۔ خدا نے کافروں کو بھی صاحب تعبیر کیا ہے۔ مثلاً يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ ۔ وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ۔ وَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ۔ اب پانچویں فضیلت دیکھو کہ حضرت نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تو حضرت نے تعظیماً فرمایا ہو جیسا کہ پروردگار عالم خود ارشاد فرماتا ہے۔ کہ ہم نے پیدا کیا زمین و آسمان کو اگر تمہارے نزدیک یہ بھی نادرست تو دوسری وجہ سنئے شاید معقول ہو۔ غور کرو کیا آیت بتلاتی ہے۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ الخ۔ اب چھٹویں فضیلت کو پانچویں سے ملادو اور آیۃ مذکورہ پر غور کرو اور اپنے بزرگوں کے قول پر نظر کرو "ابوبکر صدیق رو رہے تھے۔ حضرت نے منع فرمایا کہ مت رو" کہتے ہیں حضرت مجھے اپنی جان کا خوف نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے لئے اور علی کے لئے روتا ہوں۔ اس پر حضرت نے اس بہانہ والی بات کو سمجھ کر فرمایا لَا تَحْزَنْ الخ۔ مت رو میرا اور علی کا غم مت کر ہم دونوں کیساتھ خدا ہے۔ دیکھیں صاحب بصیرت سکینہ اس پر نازل ہوا تھا جو خطرہ میں تھا۔ جس کے لئے ابوبکر صاحب رو رہے تھے۔ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا الخ۔ اور جس کی مدد لشکر سے کی گئی۔ اب بتلائیے جناب ابوبکر کے پاس کہاں لشکر تھا۔ لشکر سے تو خود کوسوں بھاگتے تھے۔ پھر ایسے بھگوڑوں کے لئے لشکر خدا کا آنا محال عقل اور خلاف مصلحت معلوم ہوئے نا علاوہ اس کے کوئی خبر بھی نہیں کہ ابوبکر کی حفاظت کی لشکر نے کی ہو۔ ہاں سکینہ علی کے لئے نازل ہوا تھا اور ان کی مدد البتہ لشکر ملائکہ سے کی گئی تھی۔ جیسا کہ سطور بالا سے ظاہر ہے اور مقتضیٔ شان محافظ حقیقی یہی ہے کہ اس بزرگ پر سکینہ نازل کرتا اور مدد لشکر سے کرتا جو رسول سے دور بستر رسول پر رسول کا جانشین بن کر تلواروں کی چھاؤں میں۔ مشرکین کے حلقہ میں۔ منافقین کے محاصرہ میں۔ ظالموں کے درمیان میں کافروں کے بیچ میں سو رہا تھا۔ محض اسی مرتبہ سکینہ نازل نہیں کیا گیا۔ بلکہ جنگ حنین میں بھی سکینہ نازل ہوا۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ. رسول پر اور ان مومنین پر جو بھاگے نہ تھے۔ حضرت ابوبکر کبھی کسی جنگ میں جمے تھے کہ مستحق سکینہ ہوتے۔ انہیں تو بھاگنے سے کام تھا۔ خون بھی نام کو نہیں لگا کہ شہیدوں میں داخل ہو جاتے۔

"یہ فرار ایسی بڑی شے ہے کہ خلیفہ صاحب اسے یاد کر کے روتے تھے" (دیکھو کنز العمال)

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ میاں روتے تھے۔ کیوں آیا رونا حق تھا یا ناحق تھا اگر حق تھا تو رسول کا منع کرنا ناحق ہوا جاتا ہے۔ اور نبوت میں فرق آتا ہے۔ پس کہنا پڑے گا کہ رونا بیجا تھا۔ پس ایسی صورت میں وہ دوستانِ خدا سے نہیں معلوم ہوتے۔ اسلئے کہ قرآن میں آیا ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

پس جب ان فضیلتوں پر کے باطل ہو جانے پر کچھ بن نہیں آتی تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ اجی حضرت ابوبکر نے حضور انور کو کاندھے پر سوار کر کے غار تک لائے تھے۔ اس میں کون سی بڑی فضیلت ہے۔ سواری کا کام تو حیوان مطلق ناقہ و اسپ دراز گوش بھی دیتے تھے تو اگر انہوں نے حمالی کی تو کیا ہوا۔ ہاں رسم کہاری تو ضرور ایجاد کی۔ اس لئے کہ کہیں اس کے پہلے عرب میں اس رسم کا چرچا ہی نہیں تھا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ان کا قول کہ "سراقہ قدم مبارک سرور عالم کو پہچانتا ہوا غار تک گیا۔ خود ہی اس حمالی والے واقعہ کو غلط کر رہا ہے۔

جب سب سے ہار جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "اجی ایک بزرگ صحابی تھے" تو صحابی ہونے میں کوئی بزرگی نہیں لگ جاتی۔ جیسا کہ آیات قرآنی مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔

اب ذرا صحابی رسول کے متعلق بھی سن لیجئے کہ کیسے تھے اور ان کا ایمان کس پایہ کا تھا۔

ابوبکر ہی کو دیکھو۔ مفخر موجودات سرور کائنات باعث ایجاد عالم شاہ ہدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ دنیا سے رحلت فرمائیں اور صحابی آنحضرت کا فخر حاصل ہوتے ہوئے میت مطہرہ بدون تغسیل و تکفین پڑی رہی اور آپ خلافت کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے اور ایسی اہم شے کو ترک کر دیا۔ رونگٹے بدن پر کھڑے ہو جاتے ہیں جس وقت یہ واقعہ یاد آتا ہے۔ دنیا بہت کم ایسی مثال پیش کر سکتی ہے۔ (دیکھو نہایت العقول فخر الدین رازی)

ایک صحابی جناب عمر بھی تھے کیا کم کیا "اس گھر کو آگ اور لکڑی لیکر جلانے گئے۔ اور قسم کھائی کہ اس گھر کو مع انبیاء رسول و بضاعت رسول و نفس رسول کے جلا دوں گا" کتاب الامامہ والسیاسہ۔ اگر انہیں اس قسم کے بارہ میں سچا خیال کیا جاوے تو وہ اس جرم کے مرتکب ہوتے کہ جس کی سزا بس خدا ہی جانتا تھا۔ وہ اور فعل کرتے کہ کسی نے نہ کیا۔ ورنہ انہیں جھوٹا کہئے کہ ارادہ جلانے کا نہیں تھا۔ جھوٹ قسم کھایا تھا۔ تو جھوٹوں کے متعلق کلام مجید میں خود سزا تحریر ہے۔ تجویز کر لو علاوہ بریں بضاعت نبوی کو اذیت بھی دی۔ اس کے لئے بھی حدیث رسول اَلْفَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ الخ بتا رہی ہے کہ وہ دشمن خدا ہے۔ اور دونوں صحابیوں نے اذیت دی۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ)

معاذ اللہ صحبت رسول بھی حاصل ہوئی اور پھر بھی جناب ابوبکر کی ایمانی حالت درست نہ ہوئی۔ سنیوں کے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایمان ابی بکر الصدیق و ایمان ابلیس واحد۔ انہیں صدیق بھی بتاتے ہیں اور ابلیس صفت بھی۔ (دیکھو تاریخ بغداد اور خلاصہ تاریخ مذکور مسمی بہ مختصر تاریخ بغداد

مؤلفہ ابن حجر مکی)
علاوہ صحابی ہونے کے لوگوں نے خلیفہ بھی بنا دیا۔ گو ان پر شیطان کا تسلط رہتا تھا (دیکھو نہایۃ العقول) اور شیطان کا تسلط گمراہوں پر ہوتا ہے۔ مومنین پر نہیں ہوتا (دیکھو سورہ حجر پارہ چہاردہم) اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ الخ۔ (سورہ نحل) اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ الخ

شاہ ولی اللہ صاحب آگے کہتے ہیں۔ عن حذیفہ اخبرہ ابوبکر ان النبی صلعم قال الشرک وفیکم اخفی من دبیب النمل (ازالۃ الخفاء) رسول نے ابوبکر سے فرمایا کہ تم میں شرک خفی موجود ہے۔ وہ ایسا جیسے چیونٹی کی رفتار۔ حضرت عمر کے قول کی نسبت ابوحنیفہ کا فتویٰ یوں تحریر ہے کہ عبدالصمد اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ کہ ان کا ایک قول ابوحنیفہ کے سامنے بیان کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ قول شیطان کا ہے (جامع صغیر) یہ حضرت نہ خدا کی کتاب اور اس کے وعدہ کے خلاف بھی کرتے رہے (سیرۃ الفاروق) ایسے لوگوں کے لئے تو قرآن مجید میں کئی مقامات پر خداوند قہار انہیں عذاب عظیم کی بدجزی دیتا ہے۔

ایسے صحابی ہونے سے کیا فاعدہ۔ میں تو انہیں شرع اسلام کی رو سے کچھ اور سمجھتا ہوں۔ صاحبان بصیرت کے لئے کافی ہے۔ کہ وہ خود مقابل کر لیں میں تو نہایت بے ادبی سمجھتا ہوں۔ لیکن خیر اتنا کہتا ہوں کہ کوئی شخص سطور بالا کو پڑھ کر ایمانا تبلا دے کہ علی افضل ہیں یا ابوبکر۔ از روئے ضابطہ الٰہیہ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ علی کو خلافت ملنا چاہیے تھا یا ابوبکر و عمر کو۔

خلافت الٰہیہ و امامت قرآنیہ

(از افادات عالیہ حضور حجۃ الاسلام والمسلمین سرکار شریعتمدار علامہ حائری مجتہد پنجاب لاہور)

نمبر ۶۔ گذشتہ سے پیوستہ

اب نتیجہ اس مذکورہ استدلال اور تمام قیل وقال کا یہ ہے۔ کہ علی علیہ السلام چونکہ مسلمان۔ مومن۔ عامل جملہ صالحات تھے۔ انہیں کو درحقیقت تمکین فی الدین بھی حاصل تھی۔ اور وہی من اللہ بوصیت ونص رسول حقیقی خلیفۃ اللہ بھی قرار پائے۔ کیونکہ خدا نے آیت استخلاف میں اسی امر کی پیشینگوئی کی ہے۔ جس میں آیت کی یہ تمام شرائط اور اوصاف موجود ہونگے وہی خلیفہ قرار پائے گا۔ یوں نہیں کہا کہ جو شخص خواہ مخواہ خلیفہ بنا دیا جائے گا۔ یا جو شخص کہ قہر وغلبہ اور اجماع سے اس تخت خلافت پر بیٹھ جائے گا وہ مسلمان۔ مومن۔ عامل الصالحات اور متمکن فی الدین ہوگا۔ پس قرآن فہمی میں برادران اہلسنت کو اس آیت استخلاف کا مفہوم سمجھنے میں جو مغالطہ ہوا ہے انکے منشاء غلطی کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ ان حضرات نے خلفاء ثلاثہ کے تخت خلافت پر بیٹھ جانے سے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ مسلمان تھے۔ مومن تھے عامل الصالحات تھے اور متمکن فی الدین بھی تھے۔ اگر ان اوصاف سے وہ موصوف نہ ہوتے تو ناممکن تھا کہ وہ تخت خلافت پر بیٹھ جاتے۔ یعنی سنیوں نے ثلاثہ کو تخت خلافت پر بیٹھ جانے سے ان کا مسلمان ہونا۔ مومن ہونا۔ عامل الصالحات ہونا اور متمکن فی الدین ہونا تسلیم کیا ہے۔ (بہت خوب)

اگراُن کے اس اصُول کو خلافت کا صحیح معیار مان لیا جائے تو پھر یزید پلید کو بھی اس اصُول پر خلیفہ بالحق اُنکو تسلیم کرنا پڑ لگا۔ کیوں کہ وہ بھی ثلثہ کی طرح اجماع مسلمانان سے اس تخت خلافت پر بٹھا دیا گیا تھا۔ حالانکہ یزید کے کفر و فسق و فجور اور تخریب دین اسلام کرنے پر امت کا اتفاق ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سنیوں نے (تخت خلافت پر بیٹھ جانا) جو معیار خلافت قرار دیا ہے۔ سراسر باطل غلط اور منشاء قرآن کے بالکل مخالف ہے۔

اگر وہ چاہتے ہیں کہ اپنے خلفاء ثلثہ کو بالحق خلفاء تسلیم کرائیں تو اس کے لئے یہ ناگزیر ہے کہ ہم نے جس طرح علی مرتضیٰ علیہ السلام کا اسلام۔ ایمان اور عامل الصالحات ہونا ان کی مسلمہ احادیث اور کتب سے پیش کیا ہے وہ بھی ثلثہ کا اسلام۔ ایمان اور عامل الصالحات ہونا ہماری مسلمات سے ثابت کریں۔ ورنہ سواء اس کے رطب یابس اور محض حیلوں بہانوں سے خلافت فاسدہ کسی طرح راشدہ نہیں بن سکتی۔ فتدبر جدًا۔

آیت استخلاف میں خلیفہ بالحق کیلئے ایک نشان یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعنی ان خلیفوں کے خوف وخطر کو امن واطمینان کے ساتھ خدا بدل دیگا۔ فرمائیے یہ زبردست نشان آپکے خلیفوں میں کہاں پا یا گیا۔ چونکہ اس نشان کا تعلق خلافت سے ہے۔ اور خلافت کا آغاز ختم نبوت کے بعد ہوتا ہے۔ اس لئے اس پیشینگوئی کو زمانہ رسالت اور واقعات مکہ معظمہ پر منطبق کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ اس زمانے کے امن بعد از خوف کا نقشہ قرآن مجید نے حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے۔ فلیعبدوا رب ھذا البیت الذی اطعمھم من جوع و آمنھم من خوف یعنی پس اس گھر (خانہ کعبہ) کے پروردگار کی عبادت کریں جس نے انکو بھوک میں کھانے کو دیا۔ اور خوف سے ان کو امن میں رکھا۔

خلفاء ثلثہ کو نہ تو فتح مکہ سے پیشتر کوئی خوف وخطر لاحق ہوا۔ اور نہ بعد از فتح۔ ان کے لئے تو حیات النبی صلعم جس طرح امن واطمینان کا زمانہ تھا۔ بعد وفات اس سے کہیں زیادہ امن وعیش وشادمانی کا زمانہ رہا۔ کیوں کہ اجماع سقیفہ بنی ساعدہ ان کے حق میں تھا۔ بلکہ اس کے بانی مبانی یہی حضرات تھے پھر خوف کیسا۔ اسلئے ہم کہتے ہیں کہ یہ نشان بھی ان میں کسی طرح موجود نہ تھا۔ حالانکہ خلیفہ بالحق میں اس نشان کا پایا جانا بعد از وفات رسُول صلعم بنص الایۃ لازمی اور ضروری امر ہے۔ پس آیت استخلاف کا یہ نشان بھی آپ کے خلیفوں میں جب مفقود ہے تو اس اعتبار سے بھی ثلثہ کی خلافت قابل تسلیم نہ رہی۔

ہاں جو بعد از وفات پیغمبر اسلام جنہیں خوف دامنگیر رہا وہ جناب امیر علی علیہ السلام تھے جس پر تاریخ اسلام دامن قیامت تک شاہد اور گواہ ہے۔ کہ علی علیہ السلام کو بعد از وفات رسُول خدا تنگ کیا گیا۔ دھمکیاں دی گئیں۔ مطالبہ بیعت کیلئے ان کے گھر بار کو آگ لگا دی گئی ان کی زوجہ بنت الرسُول صلعم کو ضرب لگانے سے حمل ساقط کیا گیا۔ (ملل ونحل) وغیرہ وغیرہ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ اور یہ مصائب ان پر اور ان کی اہلبیت پر متواتر جاری رہے۔ جب تک کہ آنجناب علیہ السلام خلافت حقہ پر متمکن ہوئے۔ اس لئے بعد از وفات رسُول صلعم آیت استخلاف کے اس زبردست نشان کا صحیح مصداق بھی سواء جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے کوئی دوسرا شخص قرار نہیں پا سکتا ہے۔

اس واقعہ خوف وامن کا مختصر نقشہ تسلی رسُول صلعم کیلئے قرآن مجید نے یوں تمثیلاً پیش کیا

ہے۔ نتلوا علیک نبأ موسیٰ و فرعون بالحق لقوم یومنون ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعاً یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم ویستحیی نساءھم انہ کان من المفسدین ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون پ ۲۰ ع ۳
یعنی (اے پیغمبر صلعم) ہم موسیٰؑ اور فرعون کے بعض واقعی حالات تم کو سناتے ہیں کہ فرعون ملک (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ رہا تھا۔ اور اس نے وہاں کے لوگوں کے الگ الگ گروہ قرار دیئے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ (یعنی بنی اسرائیل) کو (اس قدر) کمزور سمجھ رکھا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کروا دیتا۔ اور ان کی عورتوں (یعنی بیٹیوں) کو زندہ رکھتا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ (بھی) فسادیوں میں سے (ایک ہی فسادی) تھا۔ اور ہمارا ارادہ یہ تھا کہ جو لوگ (اسکے) ملک میں کمزور سمجھے گئے تھے۔ ان پر احسان کریں اور انہیں کو سردار بنائیں اور انہیں کو (سلطنت کا) وارث ٹھہرائیں اور انہیں کو زمین میں تمکین دیں۔ اور فرعون اور ہامان اور انکے لشکر کو (بنی اسرائیل کیطرف سے) جس بات کا خطرہ تھا۔ وہ انہیں (بنی اسرائیل کے ہاتھ سے) انکے آگے لائیں۔

اس آیت کے نازل فرمانے میں پیغمبر صلعم کیلئے تمثیلی رنگ میں تسلی دینا مقصود تھا کہ ہامان اور فرعون آل محمد مع اپنے جنود اور لشکر کے نفس رسول اور سیدہ بتول کو بوجہ نخوت و غرور اور فظ غلیظ ہونے کے۔ اسی طرح اذیتیں دینگے اور ضعیف اور کمزور کرنے کی کوششیں کرتے رہینگے۔ جس طرح کہ ہامان و فرعون اول نے جناب موسیٰؑ کو ایذائیں پہنچائیں۔ مگر جس طرح ہامان و فرعون اول کے مقابل ان ضعیفوں اور کمزوروں کو خدا نے امام بنایا۔ وارث زمین گردانا۔ اور زمین میں ان کو تمکین دی۔ اسی طرح اس ہامان اور فرعون ثانی کے مقابلہ میں (جس کو انہوں نے اپنی پولیٹیکل چالبازیوں سے کمزور و ضعیف کرنا چاہتا تھا۔) خدا نے خلیفہ اور امام بالحق بنایا اور تخت و تاج اسلام کا وارث کیا۔ تمکین فی الدین اس کو حاصل ہوئی۔ فی الواقع فرعون آل محمد اگر اساس ظلم کی ابتداء نہ کرتا تو نہ انکے لڑکے شط فرات کے کنارے ذبح کئے جاتے۔ اور نہ انکی بیٹیوں کو اسیر کر کے دیار بدیار پھرانے کی کسی کو جرأت ہو سکتی۔

بس انصاف اب ناظرین پر رہا۔ کہ وہ خود فیصلہ کر لیں کہ بعد از وفات پیغمبر صلعم علی مظلوم تھے۔ یا خلفاء ثلثہ۔ بنا بر مسلمات موثقہ اہلسنت ثلثہ کے مکان کو علی نے آگ لگائی۔ یا علی کا گھر خلفاء نے جلا دیا۔ (ملل و نحل) یا جلانے کی کوشش کی گئی (کتاب الامامۃ والسیاسۃ وغیرہ) علی نے ان کو دھمکیاں دی ہیں۔ یا ان خلفاء نے علی کو دھمکیاں دیں۔ قالوا واللہ الذی لا الٰہ الا ھو نضرب عنقک کہ خدا کی قسم اے علی (اگر تم نے ابوبکر کی بیعت نہ کی) تو تمہاری گردن ہم اتار دیں گے۔ اس وقت علی نے کہا۔ تقتلون عبد اللہ واخا رسولہ کہ تم خدا کے بندے اور اس کے رسول کے بھائی کو قتل کرو گے قال عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسولہ فلا۔ انتہیٰ بلفظہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۳ سطر ۲ یعنی اس وقت علی کے جواب میں عمر ابن خطاب نے کہا اے علی خدا کا بندہ ہونا تمہارا منظور مگر رسول کا بھائی ہونا ہم تمکو منظور نہیں کرتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ناظرین! اس مذکورہ عبارت عمر صاحب کے الفاظ سے اس کی دیانت۔ صداقت سے قطع نظر کرتے ہوئے آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اہلسنت کی ان مسلمات کی بناء پر بعد از وفات پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام ثلثہ کیلئے زمانہ پُر از خوف و خطر تھا یا علی ابن ابیطالب کیلئے۔ اور اگر ان مسلمہ و یقینی حالات کے ہوتے ہوئے علی مرتضیٰ کیلئے زمانہ پر از خوف و خطر تھا اور ضرور تھا۔ تو پھر آیت استخلاف کا یہ نشان ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا کا مصداق زمانہ وفات رسول کے بعد صرف وجود امیر المومنین علی علیہ السلام ہی تھا اور بس۔ اسلئے آیت استخلاف کا مکمل مصداق اس زمانہ میں ایک علی علیہ السلام کے سواء کوئی دوسرا نہیں ٹھہر سکتا۔

زمانہ حاضرہ کا خلیفہ بالحق۔ امام عصر۔ صاحب دولۃ الحقہ حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام قرآن مجید کے اسی عظیم الشان نشان کے مطابق اس وقت دیکھ لو کہ بحالت خوف و خطر غائب عن الانظار اور حاضر فی الامصار موجود ہے۔ اور وہ جب اظہار خلافت و امامت کے لئے مامور من اللہ ہونگے۔ تو اس آیت استخلاف کے مطابق خدا تعالیٰ ان کے اس خوف و خطر کو بمصداق ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ امن اور اطمینان سے تبدیل کردیگا۔ اس وقت آپ کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کرکے اپنی خلافت۔ امامت۔ مہدویت حقہ کو اعلان کریں گے اور فرشتہ ندا کرے گا ھذا ھو المھدی الموعود فاتبعوہ۔ کہ وہ مہدی جس کے آنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یہی بزرگ ہے۔ اس کی متابعت اور پیروی کرلو۔ چونکہ اس وقت کلی امن اطمینان آپ کو بحکم خدا حاصل ہوا ہوگا۔ اس لئے آنجناب علیہ السلام اپنی ظاہری اور باطنی تمام قوتیں ہدایت خلق کے لئے استعمال کریں گے۔ اور جسمانی و روحانی طاقتوں سے وہ ساری دُنیا کو اسلام اور ایمان پر مسخر کرلیں گے۔ اور ان کے تمام شیعوں کو انہیں کے ہاتھ سے امن من الخوف حقیقی معنوں میں حاصل ہوگا۔

احادیث سے بھی اس معنی کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ عیاشی نے باسنادہ علی ابن الحسین علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا ھم واللہ شیعتنا اھل البیت لفعل ذالک بھم علی یدی رجل منا وھو مھدی ھذہ الامۃ وھو الذی قال رسول اللہ صلعم لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذالک الیوم حتی یاتی رجل من عترتی اسمہ اسمی وکنیتہ کنیتی یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا۔ خلاصہ مقصود یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جنہیں امن و اطمینان بعد از خوف حاصل ہوگا وہ لوگ ہم اہلبیت کے شیعہ ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں بعد از خوف امن اور اطمینان عطا کرے گا ایک ایسے شخص کے ہاتھ سے جو ہم اہلبیت سے ہوگا۔ اور وہی بزرگ مہدی اس امت کا ہے۔ اسی کے حق میں پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے تو اس دن کو خدا اس قدر لمبا کردیگا کہ میری عترت میں سے ایک شخص آئے گا۔ جس کا نام میرا نام ہوگا۔ اور جس کی کنیت بھی میری کنیت ہوگی۔ وہ روئے زمین کو قسط وعدل سے بھر دیگا۔ جیسا کہ وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی۔ تفصیل کے لئے دیکھو رسالہ مہدی موعود۔

(باقی دارد)

میرا اشتہار کوّا نوچ لے گیا

ہم اپنے اہل مذہب کو دشمنان اسلام کے ناپاک اور زنانہ حملہ کی اطلاع دینے کے لئے ایک عجیب و غریب واقعہ سناتے ہیں۔ تاکہ شیعیان حیدر کرار اس گروہ ضلالت شعار یعنی فرقۂ وہابیہ نا ہنجار کے فتنہ سے ہوشیار رہیں۔

یوں تو لکھنؤ میں آئے دن مذہبی اشتہارات چسپاں بھی ہوتے رہتے ہیں اور وہابیوں کے بالو بندر اور حبشی کوے نوچا بھی کرتے ہیں۔ لیکن میرے اشتہار کا بے نظیر واقعہ ہے کہ نوچا بھی گیا اور چھاؤنی ایسے فوجی مقام میں چسپاں بھی کیا گیا۔ اس بیوقوف سے کوئی پوچھے کہ میرے مذہبی اشتہار کو جو در حقیقت مدیر النجم کے لئے اعجازی درہ ہے فوجی مقام سے کیا ربط تھا اور کونسا تعلق تھا۔

الغرض وہ اشتہار چھاؤنی کے ملازم نے حق نمک ادا کرنے کے لئے مجسٹریٹ صاحب بہادر کی عدالت میں حاضر کر دیا۔ ۲۰ فروری ۲۶ئہ کا یہ واقعہ ہے۔ صاحب موصوف نے میرے نام سمن جاری کر کے ۱۵ مارچ ۲۶ئہ کو حضوری عدالت کا حکم دیا۔ ۱۴ مارچ کو میرے پاس سمن پہنچا جو فوراً تعمیل کیا گیا۔ حالانکہ میں اس دن حسب الحکم سرکار شریعتمدار شمس العلماء استاد محترم حضور نجم الملۃ والدین دام ظلہ العالی کے مذہب حق کی تبلیغ پر مامور ہو کر کراچی جانے والا تھا۔ جناب موصوف نے ایک دن قبل کراچی کو اطلاعی تار بھی دیدیا تھا لیکن دشمن کے حملۂ بزدلانہ کی وجہ سے میں نے قصد سفر ملتوی کیا۔ اور کراچی جناب مولوی سید انیس الحسن صاحب ممتاز الافاضل صاحب واعظ مدرسۃ الواعظین بھیجے گئے۔

میں ۱۵ مارچ کو اپنے وکیل جناب سید علی جواد صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی کو ہمراہ لئے ہوئے چھاؤنی کی مجسٹریٹی میں حاضر ہو گیا۔ وکالت نامہ کیساتھ میرا تحریری بیان داخل عدالت ہوا۔ کہ میں نے ہرگز اپنا اشتہار چھاؤنی میں (جو پاٹا نالے سے جہاں میرا دشمن رہتا تھا چند میل فاصلہ پر ہے۔) چسپاں نہیں کرایا ہے۔ میرے اشتہار کو صرف عبد الشکور لکھنوی مدیر النجم صاحب سے تعلق ہے۔ اس کو چھاؤنی میں لگانا بے سود و بے محل ہے۔ میرے کسی مذہبی دشمن نے جواب سے عاجز آ کر مجھے ضرر قانونی پہنچانے کے لئے یہ چال چلی ہو گی اس دن پیشی ملتوی رہی۔ ۱۶ مارچ قرار پائی۔

میں ۱۶ مارچ کو وقت معین سے پہلے حاضر عدالت ہوا۔ اس دن جناب مرزا کاظم علی صاحب بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل بھی اعانت مذہب کے لئے کچہری میں آ گئے۔ آپ کا بھی وکالت نامہ داخل ہوا میں آپ کی زحمت کا شکر گذار ہوں۔ ایک بجے کے قریب پیشی ہوئی۔ مجھے بیٹھنے کے لئے کرسی دی گئی مجسٹریٹ صاحب بہادر نے صرف میرے والد ماجد کا اسم گرامی دریافت کر کے فرمایا مولانا آپ تشریف لے جائیں۔ عدالت نے اپنا دعویٰ واپس لے لیا۔ میں نے شکریہ ادا کیا۔ اور میں اپنے دشمن کو ذلیل و منکوب و مخذول دیکھتا ہوا خوش خوش واپس آیا۔ ناظرین اس واقعہ سے باطل مذہب کی نکبت کا اندازہ لگائیے۔ ان گیدڑوں نے

شیر ببر کو اپنے جال میں پھانسنا چاہا تھا۔ مگر عنکبوتی مذہب کے تار قدرت نے اڑا دئیے۔ میں حضرات مندرجہ ذیل
اب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ حضرات نے دینی ہمدردی میں نمایاں حصہ لیا ہے۔
جناب معلے الالقاب مرزا عابد حسین خان صاحب بہادر عرف ابو صاحب رئیس لکھنؤ۔ جناب سید عابد حسین
صاحب عرف منجو صاحب۔ جناب مولوی سید مسرور حسین صاحب ملا فاضل امروہوی متعلم مدرسۃ الواعظین۔ جناب
مولوی امداد حسین خانصاحب متعلم مدرسۃ الواعظین۔ جناب مولوی سید اسماعیل حسین صاحب متعلم مدرسۃ الواعظین
جناب مولوی سید علی مستحسن صاحب فاضل متعلم ناظمیہ کالج لکھنؤ۔ جناب سید وصی حسن صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل
بی وکیل۔ جناب سید غلام حسنین صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی۔ وکیل۔ دیگر طلاب ناظمیہ کالج و مومنین لکھنؤ
ان احباب مذکورین سے جناب ابو صاحب اور جناب مرزا کاظم علی صاحب وکیل کا خاص طور شکر گذار ہوں۔
یہ اپنا مضمون اور اشتہار مفہوم ارسال خدمت کرکے اشاعت کی امید رکھتا ہوں۔ والسلام۔

الراقم الحاج محمد اعجاز حسن وارد حال گورکھپور ۲۳ ماہ صیام ۱۳۴۴ھ

مسلمانو ضرور پڑھو

افسوس ہے کہ بعض ناعاقبت اندیش جامۂ اسلامی پہن کر سُنّی و شیعوں میں تفرقہ اندازی کرتے ہیں
چنانچہ مولوی عبدالشکور صاحب مدیر النجم نے (جن کے متعلق مشاہیر علماء اہلسنّت کا منفقہ فتویٰ ہو چکا کہ عبدالشکور
فتوی کافر ہے۔ جو ہمارے پاس اس وقت موجود ہے۔ نیز تمام پبلک کی نظر سے گذر چکا ہے۔) یہ چال اختیار
کی ہے۔ کہ لکھنؤ سے باہر شیعوں کو مناظرہ کا چیلنج دیتے رہتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ سنی و شیعوں میں فساد
ہو اور نجم وہابیت چمکے اور بے روزگار مدیر کی روزی چلے۔ اس فتنہ کے انسداد کے لئے ہمارے مذہب
کے چند باسواد لوگ یکم فروری ۱۹۲۶ء کو عبدالشکور کے مکان پر گئے اور ان سے اپنا مدعا بیان کیا کہ ہمارے
آپ لکھنؤ کے مجمع عام میں مٹا کر روز روز کے جھگڑوں کا فیصلہ کیجئے۔ آپ ترشروئی سے پیش آئے اور ہمارے
سوال کا مذبذب جواب دیا۔ کہ اگر کوئی میرا وقف کار خواہش کرے تو میں تیار ہوں رفع شکوک کے لئے
فعیت۔ کا ہونا سبحان اللہ) ہماری طرف سے اسی دن کھلی چھٹی بنام مدیر النجم لکھی گئی۔ جو چھٹی فروری ہمرا
شائع ہو گئی پھر ہم نے دوبارہ بعض لوگوں کو ان کے مکان پر بھیجا۔ معلوم ہوا کہ مدیر صاحب لکھنؤ سے باہمیاں
لے گئے۔ ہمیں افسوس ہے کہ مدیر صاحب نے ہمکو منتظر ہی رکھا۔ اور چلدئیے۔ اگرچہ یہ طرز عمل ان کا مفید اللہ
ن ہم نے بھی فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ ہم ان کو مجبور کرکے رفع شکوک کے میدان میں لائیں گے۔ ابناءنا ونساءکم
بلد مدیر النجم صاحب کو رفع شکوک کی تاریخ کا اعلان کرنا لازم ہے۔ ورنہ اس اشتہار کہ قدرتی قانون صرف
سے ایک ہفتہ انتظار کرکے ہم مدیر النجم صاحب کا فرار شائع کردیں گے۔ ان کی جماعت کو کچھ بھی شائبہ معلوم ہوتا
را اشتہار مدیر صاحب کی خدمت میں پیش کردیں ورنہ ہم مدیر صاحب موصوف کی عدم اطا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صالح وطالح

(از رشحات قلم جناب بیباک ماہلی صاحب گورکھپور)

انسان شرافت نوعی کا مدعی ہے۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے وجود کا کاشانہ عقل کے نورانی چراغ سے فروزاں ہے۔ اس کا اعتقاد ہے کہ گو وہ جنسی حیثیت سے حیوان ضرور ہے۔ لیکن اس کی یہ حیوانیت رُوحانیت کی آمیزش سے نہایت ہی شریف ممتاز شئے بن گئی ہے۔ لیکن کسقدر شرم کا مقام ہے کہ ایسے بلند دعویٰ کرنیوالا انسان نفس امارہ کی خفیف سی جنس ابر و پر بادیت کی ادنیٰ سی تحریک پر انسانیت کا پیراہن پرزہ پرزہ کر دیتا ہے۔ اور اس بات کی بالکل خبر ہی نہیں رکھتا کہ میں کون ہوں۔ مجھے کس نے بنایا ہے۔ میرا کیا کام ہے۔ وہ معاش کی تو پرواہ کرتا ہے۔ مگر معاد کی بالکل نہیں۔ اپنی فکر و تدبیر سے تو دنیا کے مزے لوٹتا ہے۔ لذائذ جسمانیہ سے اچھی طرح محظوظ تو ہوتا ہے۔ مگر اس حیاۃ الدنیا سے مطمئن ہو کر ذکر خدا سے غافل رہتا ہے۔ وہ گدھ اور گدھے کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ اور انہیں کی موت مرتا ہے۔ قہر و غضب میں گرفتار ہوتا ہے۔ شہوت رانی و حرص پرستی میں پھنستا ہے۔ مگر حقیقت معنوی و معرفت اصلی سے محروم رہتا ہے۔ اور انہیں نتائج کے اثرات و خیالات کی پرتو سے وہ "صالح وطالح"، کہا جاتا ہے۔ اس کا وجود خواہ مرد ہو یا عورت انہیں خطابات میں سے ایک کا مخاطب ضرور ہوتا ہے۔ اور جب وہ بقائے انسان کے دوام و قیام کی نہج سے زوج و زوجیت کی رسم کو تازہ کرتا ہے۔ تو اس نئے تعلق و لگاؤ سے اس کی تقسیم کی صورتیں یوں ہو جاتی ہیں۔ کہ یا تو صالح کا میل صالح کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ یا طالح کا طالح سے یا ان میں کا ایک صالح و ایک طالح ہوتا ہے۔

لیکن دنیا ہر حالت میں انہیں کے سروں پر عظمت کے پھول نثار کرتی اور عزت کا تاج رکھتی ہے۔ جو صالح ہوتا ہے۔ اور یہ بات کچھ اسی دُنیا۔ فانی دُنیا۔ بلانصیب دنیا تک محدود نہیں رکھتی۔ بلکہ اس خدا پرستی۔ خدا جوئی۔ خدا دانی عبادت ان کو کمال صلوٰۃ۔ کمال صیام۔ کمال حج اور کمال زکوٰۃ کا ایسا سچا نمونہ بنا دیتی ہے۔ کہ دنیا پرستی و دُنیا جوئی و دنیا دانی سے بالکل بری ہو کر دربار ایزدی سے رسالت و نبوت و خلافت و ولایت کا معزز و ممتاز خطاب حاصل کر لیتا ہے۔ اور اہل دنیا عقیدت مندی و خلوص اعتقادی کے باج دیکر قابل تعظیم والائق عزت مذہبی بزرگ تسلیم کر لیتے ہیں۔ ان کی طرف سے دلوں میں مذہبی ہو جاتی ہے۔ اور ان کے نام کے چاروں طرف تقدس و احترام کا ایک منور ہالہ قائم ہو جاتا ہے کے دربار سے انہیں رسول و امام کے خطابات حاصل ہو جاتے ہیں۔ صفت و ثنا کے موتی ان کی کرامت و اعجاز کا سکہ بیٹھ جاتا ہے۔ اور ایسی کامل و اکمل ہستی انسانی دلوں کے ہے۔

طالح اپنی کمینگی و کم ظرفی کا ثبوت دیکر دنیا پرستی و دنیا جوئی و دنیا دانی کا ایسا والا و شیدا

ہوجاتا ہے کہ رعونت کھبل عصہ مستیر۔ او ہام پرستی انیس اور خودغرضی جلیس بن کر اسے جادۂ حقیقت وشرافت انسانی سے اس قدر دور ہٹا دیتی ہے کہ عوام الناس بیزار و بددل ہوکر اس کی صورت وسیرت سے نفرت و گریز کرنے لگتے ہیں۔ اور وہ خدائی دربار سے راندہ درگاہ ہوکر مردود الٰہی ہوجاتا ہے۔ اور اس کا وہ تعلق بھی جو صالح کیساتھ ہوجاتا ہے کوئی کام نہیں دیتا ہے۔

چنانچہ کتاب ربانی اس بات کی کافی شہادت دیتی ہے۔ اور ہر ایک کو بآواز بلند اس امر کی ہدایت کرتی ہے کہ طالح ہمیشہ مفقود الٰہی رہے گا۔ اور کوئی فائدہ رحمت باری تعالیٰ سے نہ اٹھائے گا۔ سیصلیٰ ناراً ذات لھب وامراتہ حمالۃ الحطب یعنی عنقریب وہ بھی لپیٹ والی آگ میں جلایا جائے گا۔ اور اس کی جورو بھی جہنم کا ایندھن اٹھائے ہوئے (چلی جائیگی)

اب رہا وہ گروہ جس میں ایک صالح اور ایک طالح ہوتا ہے۔ اس میں بھی پروردگار عالم صالح کو چن لیتا ہے۔ اور طالح کو علیحدہ کردیتا ہے۔ خواہ وہ صالح زوج ہو یا زوجہ دیکھیئے تھی آسیہ زن فرعون صالح گھیر لیا رحمت معبود نے اس کو اور کرادی اس کی گود سے موسیٰ کی پرورش اور ذلیل کردیا۔ اس کے عذاب نے اس کی زوجہ کے گود کے پلے ہوئے بچے سے فرعون کو۔ اور تھی زوجہ لوط علی انبینا طالح نازل ہوگیا۔ قہر الٰہی آگئی فرشتوں کی زبانی خبر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس۔

"قالوا یلوط انا رسل ربك لن یصلوا الیك فاسر باھلك بقطع من اللیل ولا یلتفت منکم احد الا امرتك انہ مصیبھا ما اصابھم" یعنی (ان فرشتوں نے کہا) اے لوط ہم تو تمہارے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ پس تم تھوڑی سی رات رہے سے اپنے تابعین کو لیکر چلدو۔ اور تم میں سے کوئی پلٹ کر پیچھے نہ دیکھے مگر تمہاری زوجہ (اس حکم کی تعمیل نہ کریگی) اسپر وہی پڑنیوالی ہے جو ان سب پر پڑیگی۔

لیکن صالح ہمیشہ صالح ہی رہے اور تقدس واحترام ان پر برابر نثار ہوتا ہی رہا۔ اور عقیدت وعظمت موتیاں لٹاتی ہی رہیں۔ چنانچہ آج بھی دنیا میں علیؑ وفاطمہؑ کا ازدواج ان کی مصالحت اور ان کا باہمی تعلق اپنی پاکی ومقبولیت کا ایسا صداقت نما، حقیقت اثر ثبوت دیتا ہے۔ کہ گو دنیائے اسلام کا ایک حصہ ہوتا ہے مگر ان کی بھی زبانیں جاگتی ہیں۔ اور وہ بھی ان تقدس مآب ہستیوں کی تعریفیں عصمت وطہارت میں، امانت وعبادت میں حرمت وعزت میں۔ زہد واتقا میں اور تقرب رسول وخدا میں کرتی ہیں۔ اور کوئی دوسرا ان کا مثل ونظیر پیش نہیں کرتیں۔ مگر پھر بھی غرض مندی وباطل پرستی کی زد میں آکر وہ سونے والی ہستیاں ملامت انگیز وتحقیر آمیز نگاہوں سے دیکھتی ہیں۔ افسوس تو اس کا ہے کہ وہ لوگ روز انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا، وابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم پڑھتے ہیں۔ کلام الٰہی میں دیکھتے ہیں۔ مگر ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں ہیں۔ وہ نہیں دیکھتے کہ قدرتی قانون صرف روحانیت کو دیکھتا ہے۔ مادیت کی پرواہ نہیں کرتا اور اُسے جہاں کہیں بھی مادیت کا کچھ بھی شائبہ معلوم ہوتا ہے، وہ خود قبولیت کے مدارج سے دور کردیتا ہے۔ خواہ وہ کسی میں ہو۔

پھر میں نہیں کہہ سکتا کہ جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلعم کی سب بیبیاں کیسے شرف فضیلت حاصل کر سکتی ہیں۔ اور خاص کر اس بی بی کو دنیا کیسے اور کس عقل و سمجھ سے شرف فضیلت دیکر درجہ قبولیت عطا کر سکتی ہے۔ جو مثل صفیرا بنت شعیبؑ زوجہ موسیٰ علی نبینا کے علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے جو کہ وصی رسول تھے۔ جنگ جمل میں ہزارہا آدمیوں کے بیچ میں لڑی۔

میں تو جب غور کرتا ہوں۔ تو مجھے صفیرا موسیٰ علی نبینا کا حال بعینہٖ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عائیشہ زوجہ جناب رسول خدا صلعم کا دیکھیئے زوجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھیں اور عائیشہ زوجہ جناب رسولخدا صلعم تھیں۔ صفرا یوشع بن نون وصی موسیٰ سے لڑیں تو عائیشہ علی ابن ابی طالب، وصی محمد مصطفےٰ صلعم سے لڑیں اور شاید انہیں وجوہات کو مدنظر رکھکر صاحب ما ینطق عن الھویٰ نے اپنی امت کو امت جناب موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ بھی دی تھی۔ تاکہ لوگوں کا شہ باقی نہ رہے۔ اور عوام الناس پروردگار عالم کے اس کلام بلاغت نظام کا منشا بآسانی سمجھ جائیں جو کہ سورۂ احزاب میں انبیاؤں کی عورتوں کے بارے میں تنبیہاً آیا ہے۔ جس میں جناب رسول خدا صلعم خصوصیت کے ساتھ شامل ہیں۔ کیونکہ مخاطب کلام ربانی وہی اور ان کی بیبیاں ہیں۔ ملاحظہ ہو سورہ احزاب کی ان آیتوں کے اردو الفاظ "اے نبی کی عورتو اگر تم پرہیزگاری کرو۔ تم اور عورتوں کی مثل نہیں ہو۔ اپنے گھروں میں عزت و وقار سے بیٹھی رہو۔ اور قدیم جاہلیت کا سا بناؤ سنگار کر کے باہر نہ نکلا کرو۔

چہ جائیکہ جنگ جمل میں ہزاروں آدمیوں کے ساتھ لڑنا۔ مرنا۔ اور مارنا خون کرنا اور خون کرانا معاذ اللہ۔ علاوہ ازیں اور بھی انبیاؤں کی بیبیوں کے قصے قرآن کریم میں موجود ہیں۔ جیسا کہ حضرت لوط کی زوجہ کا لکھا گیا اور حضرت نوح و حضرت ہود کی بیبیوں کا چھوڑ دیا گیا۔ انہیں اہل علم دیکھ سکتے ہیں۔ اور میرے اس دعویٰ کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ صرف نبی کی بیوی ہو جانا شرف فضیلت نہیں رکھ سکتا۔ اور نہ کبھی بارتعالیٰ نے اس اصول کو قابل قبولیت گردانا ہے۔

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ قدرت صرف تقدس و صلاحیت کو مدنظر رکھتی ہے۔ اسے روحانیت مرغوب ہے۔ مادیت سے سروکار نہیں ہے۔ خواہ اس میں اولو العزم انبیاؤں کی زوجہ محترمہ ہی کیوں نہ موجود ہوں۔

اس کے نزدیک نبی کی بیوی ہونا کوئی معیار فضیلت و شرافت نہیں ہے۔ اور نہ وہ بخشی جا سکتی ہیں۔ اس لئے کوئی ضروری نہیں کہ ہم کسی کو صرف نبی کی بیوی ہونے کی وجہ سے معزز و ممتاز سمجھ لیں۔ چاہے ان میں صفیرا ہوں یا عائیشہ ہوں یا حفصہ ہوں۔ میرا خیال اور اعتقاد تو ان دلائل کی بناء پر یہ ہے۔ اور عقل کہتی ہے کہ اگر سلسلہ وحی منقطع نہ ہو گیا ہوتا اور نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو بعد واقعہ جنگ جمل کے یا اور دیگر ایسے ہی واقعات کے ضرور اگلی ترتیب پانے والی کتاب میں مفصل نام بنام ان آئی ہوئی آیتوں کے جن سے کہ بطریق تشبیہات و تمثیلات و تاویلات ایسے مطالب نکلتے ہیں کہ صفیرا۔ عائیشہ مقصود ہوتی ہیں اور دیگر مردوں پر بنتہ چلتا ہے۔ اور آئیندہ برپا کرنیوالے واقعات کے تمام سرگروہوں کا سراغ لگ جاتا ہے۔ صاف صاف

توضیح تشریح کر دی جاتی اور انہیں چن کر اسی طرح ان کے نام بھی درج کر دیئے جاتے۔ اور انکے معذب ہونیکی خبر دیدی جاتی۔ جیسے کہ گذشتہ انبیاؤں کو زمانہ اشخاص منتخب شدہ کی خبریں دی گئی ہیں۔ مگر چونکہ دین کامل کے پیروؤں کی جانچ بھی کامل ہی ہونی ضروری تھی۔ اس لئے نبوت ختم کر دی گئی۔ سلسلہ وحی بند کر دیا گیا۔ ایمان واعتقاد کی جانچ عقل و سمجھ دیگر تشبیہات و تاویلات پر بطریق نظائر چھوڑ دی گئی۔ لہٰذا اب دنیا چاہیئے۔ نبی کی ان بیبیوں کو سرتاج بنالے جو قابل سرتاجی بھیں یا نہ۔ لیکن ان کو اپنی اس کج فہمی و بداعتقادی اور کم ایمانی کا جواب ایک نہ ایک دن ضرور اس واحد یکتا کو دینا ہوگا۔ جس نے کہ انہیں عقل و سمجھ عطا فرمائی ہے۔ اور جس نے کہ انبیاؤں کے بھیجنے کی تکلیفیں گوارا فرمائی ہیں۔ اور اپنی کتابوں کے ذرائع سے جس نے واقعات نیک و بد سمجھائے ہیں۔ بیں ان کے ان پوچ ولچر خیالات واعتقادات پر حملے نہیں کرتا۔ یہ ان کا اور ان کی عقل کا فعل ہے۔ ان میں اپنی فعلی وارادی قولوں کو جائز و ناجائز کاموں میں خرچ کرنے کا اختیار ہے۔ لیکن دنیا میں وہی مرد عورت سرتاجی کے قابل ولائق رہے اور ہیں۔ جو کہ صالح ہیں اور جن کو کہ رُوحانیت سے تعلق ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو علی اور فاطمہ علیہ السلام ایسے صالحوں کے پلے ہوئے حسین علیہ السلام کو مقابلہ یزید علیہ اللعن کی ایسی نمایاں اور شاندار مرغوب فتح نہ حاصل ہوتی۔ جس پر کہ تاریخ عالم آج تک باوجود یکہ تیرہ سو برس کا زمانہ گذر گیا۔ عزت و عظمت کے پھول نثار کرتی ہے اور تا قیام قیامت نثار کرتی رہیگی۔ اور دُنیا کی ہر ہستی اپنی بساط کے موافق اپنی خلوص اعتقادی کا نذرانہ پیش کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔

حالانکہ گردو پیش کی بہت سی ہستیاں اپنے بزرگوں کے عیب کو فاش ہوتے دیکھ کر اب بھی ہمیشہ برسی امام ہمام علیہ السلام کے زمانہ میں سینکڑوں من کاغذ اس امر کی کوشش میں سیاہ کر ڈالتی ہیں کہ یہ تذاکر معرض اظہار میں نہ آئیں۔ تعزیہ نہ رکھے جائیں۔ علم نہ اٹھائے جائیں۔ امام باڑے نہ بنیں۔ مجالس عزا نہ برپا ہوں۔ آہ! آہ!! اس مظلوم تشنہ دہن کی یاد میں سبیلیں نہ رکھی جائیں اس بخشش ماہیہ کے لئے کرنیکا حال جو کہ ناقہ صالح سے کسی طرح کم نہ تھا گوش خلائق تک نہ آوے۔ اور حرملہ ملعون کا نام تک کوئی نہ سُنے۔ یزید علیہ اللعن اور عبیداللہ ابن زیاد بدنہاد کی کارروائیاں پردہ راز سے باہر نہ نکلیں۔ مگر واہ رے رُوحانیت کہ تو نے وہ استقلال وہ ثابت قدمی اس شہادت عظمٰی کو دیدی کہ یہ برگزیدہ الٰہی۔ صالح و صالحان عالم سے۔ جس میں کیا نبی کیا رسُول سبھی داخل ہیں سب سے آگے نکل گیا۔ اور کسی کے مٹانے سے اس کے تذاکر نہ مٹے۔ خواہ اسر میں بنی عباس ہوں یا بنی امیہ یا آج کل کے فتوٰی باز۔ مٹانے والوں کے لئے قابل غور بات تو یہ ہے کہ یہ تذاکر اسی وقت صفحہ ہستی سے مٹ سکتے ہیں۔ جب جناب خاتم النبین کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ سکتا ہے۔ کیوں کہ اس کی عظمت و قدسیت کا اقرار تو جناب رسُول خدا صلعم نے اپنی زبان وحی ترجمان سے حسین منی وانا من الحسین کہہ کر کر لیا ہے۔ اور در پردہ یہ دکھلا دیا ہے۔ کہ حسنین کی وجہ سے زمین آسمان خلق ہوئے ہیں۔ اگر امام حسین علیہ السلام کو خلق کرنا باری تعالیٰ کو منظور نہ ہوتا۔ تو ہرگز ہرگز ایجاد خلق نہ ہوتا۔ اور واقعی ہے بھی یہی امر کہ جب نہ حسین محمد مصطفٰی سے علیحدہ ہیں اور نہ محمد مصطفٰی حسین سے علیحدہ ہیں۔ تو جب نام رسُول ص مٹے گا۔ نام حسین ع مٹے گا اور نام رسُول مٹنا امر محال ہے۔ اس لئے

تام حسینؑ مٹنا تو محال تر ہے۔

پس یہ ہے صالحوں کی پہچان اور یہ ہیں صالح جو رسولؐ خدا میں اس طرح جذب ہو جاتے ہیں۔ کہ رسولؐ خدا خود ان کی جذبت پر فخر کرنے لگتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ

(از قلم جناب نواب علی رضا خان صاحب قزلباش زاد مجدہٗ علاقہ علی رضا آباد ضلع لاہور)

(بتحقیق کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد باعث فتنہ ہیں۔)

خلاق عالم نے اس آیہ مبارکہ میں پہلے مال یعنی دولت کا ذکر کیا ہے۔ پھر اولاد کا کیوں کہ دنیا میں انسان کے لئے جتنے بھی فساد پیدا ہوتے ہیں وہ دولت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اولاد بھی باعث فتنہ ہے۔ مگر اس کا باعث بھی مال ہی ہے۔ جب انسان کے پاس دولت ہوتی ہے تو وہ بہت ہی کم خدا کو یاد کرتا ہے۔ بلکہ دولت ہی پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اس کے دل میں یہ بات قائم ہو جاتی ہے کہ جو کچھ دولت سے کام نکالا جا سکتا ہے وہ کسی اور طاقت سے نہیں نکل سکتا۔ حالانکہ اللہ ہی سب کاموں کا پورا کرنے والا ہے۔ اور دولت کا دینے والا بھی اللہ ہی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ گر بدولت برسی مست نگردی مردی۔ اگر انسان دولتمند ہو کر خدا کو نہ بھولے تو وہی مرد ہے۔ کیوں کہ دولت کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کو اپنے آپ میں مست کر لیتی ہے۔ اور خدا کی یاد سے نکال دیتی ہے۔ جب خدا کو بھول گیا تو انسان جس قسم کا بھی برا کام کرے۔ یا کوئی ظلم کرے کر سکتا ہے۔ جس وقت انسان اللہ کو نہ بھولے گا تو کوئی برا کام نہیں کریگا اور نہ اس سے کوئی ظلم واقع ہوگا۔ دولت میں مست ہو کر خدا کو بھول جانے اور ایک غریب آدمی کا خدا کو یاد کرنے کی نسبت ایک عجیب قصہ لکھتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص بڑا دولتمند تھا۔ وہ اپنی دولت میں اس قدر مست تھا کہ مرتے دم تک اس نے خدا کو یاد نہ کیا۔ جب اس کی موت کا زمانہ نزدیک آیا تو اس کے عیال نے پاس جا کر دریافت کیا کہ تم تو مرنے کے قریب ہو۔ تمہارا بچّہ جو ایک ہی ہے۔ وہ بھی کسی کے سپرد کر چلے ہو تا کہ تمہارے بعد اس کو کوئی اچھی طرح سے تربیت دے اور اس کی پرورش کرے اس کے جواب میں کہتا ہے کہ اے بے وقوف عورت تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ میں نے اس کے لئے اس قدر دولت جمع کر رکھی ہے۔ کہ اس کی سات پشت تک کبھی دولت ختم نہ ہوگی۔ میں کس کے سپرد کر جاؤں میں اس بچہ کو دولت کے سپرد کرتا ہوں۔ اس وصیت کے چند دنوں بعد وہ دولتمند مر گیا۔ اس دولتمند کی وصیت کے مطابق اس کی پرورش شروع کی۔ جب جوان ہوا تو لگا دولت کو مٹانے۔ آخر یہ نتیجہ ہوا کہ وہ دولت جس کے باپ سپرد کر گیا تھا ختم ہو گئی۔ لگا بھوکا مرنے یہاں تک ہو گیا کہ لباس بدن پر پھٹ گیا۔ اور ننگا پھرنے لگا۔ جب بدن پر لباس نہ رہا تو شرم معلوم ہوئی۔ زمین میں گڑھا کھود کر آدھا جسم ڈھانپ

لیتا تھا۔ اور ستر عورتیں کرلیتا تھا جب زمانے سے بہت تنگ آگیا تو اس نے ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جو اتفاقاً اس کے پاس سے گذر رہے تھے التجا کی یا موسیٰ تم تو اللہ کے پیارے نبی ہو اور تم خدا کے ساتھ کلام بھی کرتے ہو میری ایک التجا ہے اگر قبول کرو تو کہوں حضرت نے جواب دیا کہو۔ اس مفلس نے کہا کہ میری طرف سے اللہ تعالیٰ کے پاس اتنی التجا کرنا کہ مجھے اتنا تو دے کہ جو میں پیٹ بھر کر کھا لیا کروں اور اپنی ستر عورتیں کر لیا کروں۔ حضرت موسیٰ کو اس مفلس کی التجا پر بڑا رحم آیا اور بہت تعجب کیا کہ اللہ نے اس کو اتنی مفلسی میں رکھا ہوا ہے۔ اس مفلس سے کچھ نہ کہا دل میں حیران کوہ طور کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک اور شخص ملا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یا نبی اللہ تم جب کوہ طور پر جاؤ تو میری طرف سے اللہ تعالیٰ کے پاس التجا کرنا کہ میرے پاس اس قدر دولت ہے کہ میں اس کو کس طرح سنبھالوں اس دولت میں سے کچھ کم کر دے تاکہ میں بھی سمجھوں کہ کتنی دولت میرے پاس ہے۔ حضرت موسیٰ نے جب اس آدمی کو دیکھا کہ زرین لباس پہنے ہوئے ہے اور گھوڑے کی زین وجھول وغیرہ بھی جڑاؤ ہے اور آگے پیچھے ملازم زرق برق لباس میں اسکے ساتھ ہیں۔ اس بات کو دیکھ کر اور بھی زیادہ متعجب ہوئے اور دل میں کہنے لگے کہ عجب قدرت پروردگار ہے۔ کہ ایک تو اس قدر افلاس میں مبتلا ہے کہ اس کو ستر عورتین کے لئے میسر تک نہیں۔ اور ایک اپنی دولت سے سیر ہے کہتا ہے کہ اس دولت کو کم کیا جاوے تاکہ سمجھ میں آوے کہ کتنی ہے۔ اسی طرح سوچتے ہوئے کوہ طور پر پہنچے۔ بعد از راز و نیاز آنحضرت نے ان دونوں کی التجا کو باری تعالیٰ کی درگاہ میں بیان فرمایا۔ جواب آیا کہ پہلا شخص جس نے تم سے التجا کی تھی کہ میرا رب [illegible] عنایت کرے کہ میں اپنی ستر عورتین کر لوں۔ اور اپنی زندگی بسر کروں اس کو کہدو کہ جاؤ باپ کو کہو کہ وہ دولت جس کے سپرد کر گیا تھا کہاں ہے۔ اس دولت سے مدد طلب کرے میری کیا ضرورت ہے اور دوسرے شخص کو کہو کہ تیرا باپ تجھے میرے سپرد کر گیا ہے میری مصلحت کو کوئی نہیں جانتا ہیں کس طرح اس کو دولت میں نہ رکھوں حضرت موسیٰ نے پوچھا کہ بار الٰہا یہ کیا راز ہے۔ حضرت باری تعالیٰ نے تمام قصہ پہلے شخص کا جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا سنا دیا اور دوسرے شخص کے بارے میں کہا کہ یہ ایک غریب کا لڑکا تھا جب غریب کی موت کا وقت آیا تو اس کی عورت اس بچے کو باپ کے پاس لائی اور کہنے لگی کہ اب تیرے مرنے کا وقت قریب ہے۔ یہ چھوٹا بچہ تیرے بعد کہاں در بدر پھریگا۔ اس کا کچھ انتظام کر جا اس نے جواب دیا کہ میں اس کا کیا انتظام کروں لو میں اس بچے کو اس کے سپرد کر جاتا ہوں کہ جس نے اسے پیدا کیا ہے وہی اس کا انتظام کریگا جب وہ شخص اپنے بچے کو میرے حوالے کر گیا ہے تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ میں اس کا انتظام نہ کروں اور اس کو در بدر پھراؤں ۔

(باقی دارد)

اہل قلم و اہل علم حضرات

مضامین ہمیشہ مختصر اور نہایت خوشخط لکھ کر بھیجا کریں۔ آئندہ کے لئے طویل اور بے ربط عبارت کے مضامین درج رسالہ نہ ہو سکیں گے ۔

بسمہ تعالےٰ

مولانا باقر علی صاحب نجفی مبلغ اسلام بمقام لندن ملک انگلستان کے بارہ میں کسی صاحب نے چند سوالات فرمائے تھے۔ ان سوالات کے جواب میں مبلغ صاحب موصوف نے اپنی کیفیت لکھی ہے۔ جو اخبار الناطق کے پرچہ مطبوعہ ۲۸/ رجب ۱۳۴۸ھ میں طبع ہوئی ہے۔ یہ کیفیت میں نے اخبار مذکور میں دیکھی۔ اُس کو پڑھ کر میرے قلب پر بہت اثر ہوا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ کوئی مسلمان اُس کو پڑھکر بلا متاثر ہوئے نہیں رہ سکتا۔ صرف غیرت اسلامی ہی نہیں۔ بلکہ وہ ہمدردی بھی جس کی تعلیم اسلام دیتا ہے۔ اسکی متقاضی ہے کہ ہر مسلمان بلاتفریق مذہب مبلغ صاحب کی اعانت پر آمادہ ہو جائے اور جو جس کے امکان میں ہے۔ قدمے۔ درمے سخنے اُن کی مدد کر کے ان کی کار تبلیغ میں حصہ لے اور خدا سے اجر حاصل کرے۔ چونکہ مبلغ صاحب موصوف عام اسلام کی تبلیغ فرما رہے ہیں۔ اور ان کی تبلیغ کسی خاص فرقۂ اسلام سے محدود نہیں ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو بلا خیال فرقہ بندی کے ان کی اعانت لازم و واجب ہے۔ لیکن چونکہ مبلغ صاحب بذاتہ شیعہ اثنا عشری ہیں۔ اس لئے دیگر فرق اسلام سے قطع نظر کر کے شیعوں کو خاص طور سے صاحب موصوف کی اعانت کرنا لازم ہے تبلیغ کے کام مدرسۃ الواعظین بہ سرپرستی حضرت حجۃ الاسلام نائب الامام مولانا و مقتدانا جناب قبلہ نجم العلماء مدظلہ العالی اور شیعہ مدرسۃ الحفاظ لاہور بہ سرپرستی حضرت حجۃ الاسلام نائب الامام مولانا و مقتدانا جناب قبلہ علامہ حائری مجتہد لاہور مدظلہ العالی انجام دے رہے ہیں۔ اس لئے میں مدرسۃ الواعظین لکھنؤ اور شیعہ مدرسۃ الحفاظ لاہور کو خاص طور پر مبلغ صاحب کی اعانت پر توجہ دلاتا ہوں کہ وہ مولوی باقر علی صاحب نجفی مبلغ اسلام کو اپنا شریک حال سمجھ کر ان کی اعانت کی کوئی سبیل نکالیں اور نائبان امام علیہ السلام کے ذریعہ سے معزز شیعہ متولین و تعلقدار صاحبان کو مبلغ صاحب موصوف کے رقم اعانت مستقل کے لئے توجہ دلائیں اور آمادہ کریں۔ دیگر حضرات مجتہدین کرام سلمہم اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے بھی مبلغ صاحب موصوف کی اعانت کے لئے مسلمانوں کو متوجہ کیا جائے۔

بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ اسلام کا مبلغ اس ذلت و تکلیف کو محض خدا کیواسطے برداشت کر کے گھر بار چھوڑ کر ایک دور دراز مقام پر اور وہ بھی کفرستان محض میں اسلام کی خدمت کرے۔ اور اہل اسلام گھر بیٹھے ہوئے اس کی چند روپوں سے بھی مدد نہ کریں۔ مسلمانو! خدا سے ڈرو اور اُس وقت کو دُور نہ سمجھو جب تم سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے اپنی کمائی کی مگر میرے ہی دیئے ہوئے مال میں سے کتنا مال میری راہ میں خرچ کیا۔ خدا کے واسطے کچھ روپیہ مولانا حضرت نجم العلماء مدظلہ کی خدمت میں اس استدعا کے ساتھ بھیجدو۔ کہ وہ مبلغ اسلام مولانا مولوی باقر علی صاحب نجفی کی خدمتمیں بمقام لندن ارسال فرمائیں۔ میں سردست مبلغ ۵۰ بذریعہ منی آرڈر اعلیحضرت مدار الشریعت نجم العلماء مدظلہ العالی کی خدمت میں خاص اسی غرض سے روانہ کرتا ہوں۔

اس کی ایک ایک کاپی بغرض اشاعت ایڈیٹر صاحبان الواعظ لکھنؤ والحفاظ لاہور و اخبار سرفراز و اخبار الناطق لکھنؤ مرسلہ ہے۔ ایڈیٹر صاحبان موصوف سے خاصۃً و دیگر اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان

سے عموماً توقع ہے کہ اس مضمون کی

المرقوم ۲۵ رجب ۱۳۴۲ھ

راقم ناد...

الحافظ

ہم بھی حصہ شیعہ

و مدرسہ

کی طرف اس کس مپرسی کی حالت ...

متنفس دین اسلام ک...

...نہیں کر سک...

...مار و خرچ وغیرہ...

...تفصیل درج کیا جا...

...اسیکرٹری

شیعہ صاحب...

جس طرح ہمنے آپ سے ہمدردی کی ...

اشتہا...

زالاسلام

انگلستان۔ ہم نے یہ تجویز کر کے طے کیا ہے۔
نے اپنی کیفیت بھیجیں بہ صورت داخلہ مجلس شوری
نے اخبار مذکور روانہ فرما دیجئے۔
و پڑھکر بلا متاثر مجلس شوری التبلیغ الاسلام
سلام دیتا ہے۔ اسی نے نقل یا اس مضمون
جو جس کے امکان میں ہے اور ایک روپیہ
اجر حاصل کرے۔ چونکہ مبلغ صاحب
سلام سے محدود نہیں ہے۔ اس لئے قبول
چونکہ مبلغ صاحب بذاتہ شیعہ اثنا عشری
سے صاحب موصوف کی اعانت کرنا لازم ہے
نائب الامام مولانا و مقتدانا جناب قبلہ نجم العلماء
سلام نائب الامام مولانا و مقتدانا جناب قبلہ
مدرسۃ الواعظین لکھنؤ اور شیعہ مدرسۃ الحفاظ

معذرت

ماہ مبارک رمضان کیوجہ سے شیعہ مدرسہ الحفاظ کے چندہ کی فراہمی کے لئے ہمارا وفد دورہ نہیں کر سکا۔ لہذا اس کا آمد و خرچ وغیرہ آئندہ الحافظ نمبر میں تفصیل وار درج کیا جائے گا۔

(سیکرٹری)

واقعہ ہائلہ صد حسرت و افسوس ہے کہ بتاریخ ۱۷ ر رمضان ۱۳۴۴ھ مطابق یکم اپریل سنہ ۱۹۲۶ء بروز جمعرات ۸ بجے صبح سر الذاکرین خادم آئمہ طاہرین [illegible] وہ اسلئے کہ آپکی ہی دلعزیزی و منصف مزاجی برادری میں مشہور تھی۔ ۵۰ برس ذاکری کیخدمت کو پورا کر گئے۔ [illegible] برس کی عمر [illegible]

(لاہور پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام [illegible] /